آئینۂ قیامت

امام فکروفن، استاذِ زمن، شہنشاہِ سخن

حضرت علامہ مولانا

حسن رضا خان قادری برکاتی

حسن بریلوی رحمہ اللہ

کشتگانِ خنجر تسلیم را
ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

الحمدللہ کہ کتاب مستطاب در رسالہ نایاب مشعر حالاتِ شہادت مسمّٰی بہ

آئینۂ قیامت

مولفہ
ماحی بدعت، حامی سنت، مداح وجاں نثارِ شانِ رسالت
حضرت مولانا مولوی حاجی محمد حسن رضا خان صاحب قادری برکاتی بوالحسینی
روح اللہ روحہ ونور مرقدہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

ہمارے حضورِ پُرنور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے تمام کمالات وصفات کا مجمع خلق فرمایا۔ حضور کے سے اوصافِ حمیدہ وخصائلِ پسندیدہ کسی مَلک، کسی بشر، کسی رسول، کسی پیغمبر میں ممکن نہیں۔ بنظرِ ظاہر، صرف فضلِ شہادت، اس بارگاہ عرش اشتباہ کی حاضری سے محروم رہا۔ اس کی نسبت علمائے کرام کا خیال ہے اور کتنا نفیس خیال ہے کہ جنگِ اُحد شریف میں اس روحِ مصور، جانِ مجسم ﷺ کا دندانِ مبارک شہید ہونا سب شہیدوں کی شہادت سے افضل ہے۔ اور جس وقت حضورِ پُرنور ﷺ کا تعلقِ خاطر شہزادوں کے ساتھ خیال میں آتا ہے تو اس امر کے اظہار میں کچھ بھی تامل نہیں رہتا کہ ان حضرات کی شہادت حضور ہی کی شہادت ہے، اور انہوں نے نیابۃً اس شرف کو سرسبزی وسرخروئی عطا فرمائی۔

ایک بار حضرتِ امامِ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت اقدس ہوکر حضورِ پُرنور کے شانہ ہائے مبارک پر سوار ہوگئے، ایک صاحب نے عرض کیا: صاحبزادے آپ کی سواری کیسی اچھی ہے۔ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا: 'اور سوار کیسا اچھا سوار ہے!'۔(۱)

حضورِ پُرنور ﷺ سجدے میں تھے کہ امامِ حسن پشت مبارک سے لپٹ گئے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سجدے کو طول دیا کہ سر اُٹھانے سے کہیں گر نہ جائیں۔(۲)

امامِ حسن اور امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت ارشاد ہوتا ہے: ہمارے یہ دونوں بیٹے جوانانِ جنت کے سردار ہیں۔(۳)

---

(۱) سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن، الحدیث ۳۸۰۹، ج ۵، ص ۴۳۲۔

(۲) مسند ابی یعلی، مسند انس بن مالک، الحدیث ۳۴۱۵، ج ۳، ص ۲۱۔

(۳) سنن الترمذی، کتاب المناقب، الحدیث ۳۷۹۳، ج ۵، ص ۴۲۶۔

اور فرمایا جاتا ہے ان کا دوست ہمارا دوست، ان کا دشمن ہمارا دشمن ہے۔(۱)

اور فرماتے ہیں: یہ دونوں عرش کی تلواریں ہیں۔

اور فرماتے ہیں: حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں، اللہ دوست رکھے اسے جو حسین کو دوست رکھے، حسین سبط ہے اسباط سے۔(۲)

ایک روز حضور پُر نور ﷺ کے داہنے زانو پر امامِ حسین اور بائیں پر حضور کے صاحبزادے حضرتِ ابراہیم بیٹھے تھے، حضرت جبریل نے حاضر ہو کر عرض کی کہ ان دونوں کو خدا حضور کے پاس نہ رکھے گا ایک کو اختیار فرما لیجیے۔ حضور نے امامِ حسین کی جدائی گوارا نہ فرمائی، تین دن کے بعد حضرت ابراہیم کا انتقال ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد جب حاضر ہوتے، آپ بوسے لیتے اور فرماتے: مَرْحَبًا بِمَنْ فَدَیْتُهٗ بِابْنِیْ۔ ایسے کو مرحبا جس پر میں نے اپنا بیٹا قربان کیا۔(۳)

اور فرماتے ہیں: یہ دونوں میرے بیٹے اور میری بیٹی کے بیٹے ہیں، الٰہی میں ان کو دوست رکھتا ہوں تو بھی انہیں دوست رکھ اور اسے دوست رکھ جو انہیں دوست رکھے۔(۴)

بتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرماتے: میرے دونوں بیٹوں کو لاؤ پھر دونوں کو سونگھتے اور سینہ انور سے لگا لیتے۔(۵)

جب حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے یہ ارشاد اور شہزادوں کی ایسی پاسداریاں، نازبرداریاں یاد آتی ہیں اور واقعاتِ شہادت پر نظر جاتی ہے تو حسرت کی آنکھوں سے آنسو نہیں، لہو کی بوندیں ٹپکتی ہیں، اور خدا کی بے نیازی کا عالم آنکھوں کے سامنے چھا جاتا ہے، یہ مقدس صورتیں خدا کی دوست ہیں، اور اللہ جل جلالہ کی عادتِ کریمہ ہے کہ دنیاوی زندگی میں اپنے دوستوں کو بلاؤں میں گھرا رکھتا ہے۔

---

(۱) سنن ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب فضل الحسن والحسین، الحدیث ۱۴۳، ج ۱، ص ۹۶۔
(۲) سنن الترمذی، کتاب المناقب، الحدیث ۳۸۰۰، ج ۵، ص ۴۲۹۔
(۳) تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۲۰۰
(۴) سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن الخ، الحدیث ۳۷۹۴، ج ۵، ص ۴۲۷۔
(۵) سنن الترمذی، کتاب المناقب، باب مناقب ابی محمد الحسن الخ، الحدیث ۳۷۹۷، ج ۵، ص ۴۲۸۔

ایک صاحب نے عرض کی کہ میں حضور سے محبت رکھتا ہوں۔ فرمایا: فقر کے لیے مستعد ہو جا۔ عرض کی اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتا ہوں۔ ارشاد ہوا: بلا کے لیے آمادہ ہو۔

اور فرماتے ہیں سخت ترین بلا انبیا علیہم الصلوٰۃ والثنا پر ہے، پھر جو بہتر ہیں پھر جو بہتر ہیں۔(۱)

ع: نزدیکاں رابیش بود حیرانی ☆

ع: جن کے رُتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کو خدا نے اشرف ترین مخلوق بنایا اور محبوبیتِ خاص کا خلعتِ فاخرہ عطا فرمایا۔ اسی وجہ سے دنیا کی جو بلائیں آپ نے اُٹھائیں اور جو مصیبتیں آپ نے برداشت کیں کسی سے ان کا تحمل ممکن نہیں۔

اللہ اللہ محبوبیت کی تو وہ ادائیں کہ فرمایا جاتا ہے :

لَوْلَاکَ لَمَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا ۔ (۲)

اے محبوب میں اگر تم کو نہ پیدا کرتا تو دنیا ہی کو نہ بناتا۔

علوِ مرتبت کی وہ کیفیتیں کہ اپنے خزانے کی کنجیاں دے کر مختارِ کل بنا دیا کہ جو چاہو کرو، سیاہ و سپید کا تمہیں اختیار ہے۔

ایسے بادشاہ جن کے مقدس سر پر دونوں عالم کی حکومت کا چمکتا تاج رکھا گیا، ایسے رفعت پناہ جن کے مبارک پاؤں کے نیچے تختِ الٰہی بچھایا گیا، شاہی لنگر کے فقیر سلاطین عالم، سلطانی باڑے کے محتاج شاہانِ معظم، دنیا کی نعمتیں بانٹنے والے، زمانے کی دولتیں دینے والے، بھکاریوں کی جھولیاں بھریں، منہ مانگی مرادیں پوری کریں۔

اب کاشانۂ اقدس اور دولت سرائے مقدس کی طرف نگاہ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی شان نظر آتی ہے۔ ایسے جلیل القدر بادشاہ جن کی قاہر حکومت مشرق مغرب کو گھیر چکی اور جن کا ڈنکا ہفت آسمان وتمام روے زمین میں بج رہا ہے، ان کے برگزیدہ گھر میں دنیا کی آسائش کی کوئی چیز نہیں، آرام کے اسباب تو درکنار، خشک کھجوریں اور جو کے بے چھنے آٹے کی روٹی بھی تمام عمر پیٹ بھر کر نہ کھائی۔

---

(۱) مسند امام احمد، الحدیث ۲۷۱۴۷، ج ۱۰، ص ۳۰۶۔

☆ یعنی مقربین کو حیرانی زیادہ ہوتی ہیں۔

(۲) فردوس الأخبار، الحدیث: ۸۰۹۵، ج ۲، ص ۳۵۸۔

کل جہاں مِلک اور جو کی روٹی غذا
اُس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

شاہی لباس دیکھیے تو سترہ سترہ پیوند لگے ہیں، وہ بھی ایک کپڑے کے نہیں۔ دو دو مہینے سلطانی باورچی خانے سے دُھواں بلند نہیں ہوتا۔ دنیوی عیش و عشرت کی تو یہ کیفیت ہے، دینی وجاہت دیکھیے تو اس کملی والے تاجدار کی شوکت اور اس سادگی پسند کی وجاہت سے دونوں عالم گونج رہے ہیں۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں

یہاں یہ امر بھی بیان کردینے کے قابل ہے کہ یہ تکلیفیں، یہ مصیبتیں محض اپنی خوشی سے اٹھائی گئیں، اس میں مجبوری کو ہرگز دخل نہ تھا۔

ایک بار آپ کے بہی خواہ اور رضاجُو دوست جل جلالہ نے پیام بھیجا کہ تم کہو تو مکہ کے دو پہاڑوں کو (جنہیں اخشبین کہتے ہیں) سونے کا بنادوں کہ وہ تمہارے ساتھ رہیں، عرض کی: یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن دے کہ شکر بجالاؤں، ایک دن بھوکا رکھ کہ صبر کروں۔(۱)

مسلمانو! اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضور کو نفس مطمئنہ عطا فرمایا ہے۔ اگر آپ عیش و عشرت میں بسر فرماتے اور آسائش وراحت محبوب رکھتے، تو آپ کا پروردگار آپ کی خوشی پر خوش ہونے والا دنیا میں جنتوں کو اُتار کر رکھ دیتا، اور یہ سامانِ عیش آپ کے برگزیدہ اور پاک نفس میں ہرگز تغیر پیدا نہ کرسکتا۔ ایسی حالت میں یہ بلاپسندی اور مصیبت دوستی اسی بنیاد پر ہوسکتی ہے کہ آپ رحمۃ للعالمین ٹھہرے، دنیا کی ہر چیز کے حق میں رحمت ہو کر آئے۔ اگر آپ عیش و عشرت میں مشغول رہتے تو تکلیف و مصیبت جن سے عاقبت میں حضور کے غلاموں کو بھی سروکار نہ ہوگا، برکات سے محروم رہ جاتیں۔

ایک بار حضور مسلمانوں کو کنیزیں اور غلام تقسیم فرما رہے تھے، مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے

(۱) سنن الترمذی، کتاب الزہد، باب ما جاء فی الکفاف الخ، ج ۴، ص ۱۵۵، الحدیث: ۲۳۵۴۔

حضرت بتول زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہا، جاؤ تم بھی اپنے لیے کوئی کنیز لے آؤ۔ حاضر ہوئیں اور ہاتھ دکھا کر عرض کرنے لگیں کہ چکیاں پیستے پیستے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں، ایک کنیز مجھے بھی عنایت ہو۔ ارشاد ہوا: اے فاطمہ! میں تجھے ایسی چیز بتاتا ہوں جو کنیز و غلام سے زیادہ کام دے، تو رات کو سوتے وقت سبحان اللہ ۳۳ بار، الحمد للہ ۳۳ بار، اللہ اکبر ۳۴ بار پڑھ کر سو رہا کر۔(۱)

ایک بار حضور پُرنور ﷺ حضرتِ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانہ میں تشریف لے گئے، دروازہ تک رونق افروز ہوئے تھے کہ حضرتِ فاطمہ کے ہاتھوں میں چاندی کی ایک چوڑی ملاحظہ فرمائی، واپس تشریف لے آئے، حضرت بتول نے وہ چوڑیاں حاضر کر دیں کہ انہیں تصدق کر دیجیے۔ مساکین کو عطا فرما دی گئیں اور دو چوڑیاں عاج کی مرحمت ہوئیں اور ارشاد ہوا: فاطمہ دنیا، محمد اور آلِ محمد کے لائق نہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وسلم

عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر آئے، دیکھا کہ کھجور کی چٹائی پر آرام فرما رہے ہیں، اور اس نازک جسم اور نازنین بدن پر بوریے کے نشان بن گئے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر بے اختیار رونے لگے اور عرض کی کہ یارسول اللہ! قیصر و کسریٰ خدا کے دشمن ناز و نعمت میں بسر کریں اور خدا کا محبوب تکلیف و مصیبت میں۔ ارشاد ہوا: کیا تو اس امر پر راضی نہیں کہ انہیں دنیا کے عیش ملیں اور تو عقبیٰ کی خوبیوں سے بہرہ ور ہو۔(۲)

حضرتِ سری سقطی سے بذریعہ الہام فرمایا گیا: اے سری! میں نے مخلوق پیدا فرما کر اس سے پوچھا کیا تم مجھ کو دوست رکھتے ہو؟۔ سب نے بالاتفاق عرض کی کہ تیرے سوا اور کون ہے جسے ہم دوست رکھیں گے!۔

پھر میں نے دنیا بنائی، نو حصے اس کی طرف ہو گئے، ایک حصہ نے کہا: ہم اس کی خاطر تجھ سے جدائی نہ کریں گے۔ پھر آخرت خلق فرمائی، اس ایک حصہ سے نو حصے اس کے خریدار ہو گئے، باقیوں نے عرض کی: ہم دنیا کے سائل نہ آخرت پر مائل، ہم تو تیرے چاہنے والے ہیں۔

(۱) سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب ما جاء فی التسبیح الخ، الحدیث ۳۴۱۹، ج ۵، ص ۲۶۰۔
(۲) صحیح البخاری، کتاب التفسیر، الحدیث ۴۹۱۳، ج ۳، ص ۳۶۰۔

پھر بلائیں پیش کیں ان میں سے بھی نو حصے گھبرا کر پریشان ہو گئے، ایک حصہ نے عرض کی: تو زمین اور آسمان کے چودہ طبق کو بلا کا ایک طوق بنا کر ہمارے گلے میں ڈال دے؛ مگر ہم تیری طرف سے منہ پھیرنے والے نہیں۔ ان کی نسبت ارشاد ہوا :

اُولٰئِکَ اَوْلِیَائِی حَقًّا .

یہ میرے سچے دوست ہیں۔

اب اہلِ بیت کرام کی بلا پسندی حیرت کی آنکھوں سے دیکھنے کے قابل ہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بلا و نعمت کے بارے میں سوال ہوا، فرمایا: ہمارے نزدیک دونوں برابر ہیں۔

ع: آنچہ از دوست می رسد نیکوست ☆

امامِ حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خبر ہوئی، ارشاد ہوا اللہ ابوذر پر رحم کرے؛ مگر ہم اہل بیت کے نزدیک بلا، نعمت سے افضل ہے کہ نعمت میں نفس کا بھی حظ ہے اور بلا محض رضائے دوست ہے۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

یزید پلید کی تخت نشینی اور قیامت کے سامان

ہجرت کا ساٹھواں سال اور رجب کا مہینہ کچھ ایسا دل دُکھانے والا سامان اپنے ساتھ لایا، جس کا نظارہ اسلامی دنیا کی آنکھوں کو ناچار اس طرف کھینچتا ہے، جہاں کلیجا نوچنے والی آفتوں، بے چین کر دینے والی تکلیفوں نے دیندار دلوں کے بے قرار کرنے اور خدا پرست طبیعتوں کو بے تاب بنانے کے لیے حسرت و بے کسی کا سامان جمع کیا ہے۔

یزید پلید کا تخت سلطنت کو اپنے ناپاک قدم سے گندہ کرنا ان ناقابل برداشت مصیبتوں کی تمہید ہے جن کو بیان کرتے کلیجا منہ کو آتا اور دل ایک غیر معمولی بے قراری کے ساتھ پہلو میں پھڑک جاتا ہے۔ اس مردود نے اپنی حکومت کی مضبوطی، اپنی ذلیل عزت کی ترقی اس امر میں منحصر سمجھی کہ اہلِ بیتِ کرام کے مقدس و بے گناہ خون سے اپنی ناپاک تلوار رنگے۔

☆ یعنی دوست سے جو کچھ پہنچے اچھا ہوتا ہے۔

اس جہنمی کی نیت بدلتے ہی زمانے کی ہوانے پلٹے کھائے اور زہریلے جھونکے آئے کہ جاوداں بہاروں کے پاک گریباں، بے خزاں پھولوں، تو شگفتہ گلوں کے غم میں چاک ہوئے، مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی ہری بھری لہلہاتی پھلواری کے سہانے نازک پھول مرجھا کر طراز دامنِ خاک ہوئے۔

اس خبیث کا پہلا حملہ سیدنا امام حسن پر چلا۔ جعدہ زوجہ امام عالی مقام کو بہکایا کہ اگر تو زہر دے کر امام کا کام تمام کردے گی تو میں تجھ سے نکاح کرلوں گا۔ وہ شقیہ بادشاہ بیگم بننے کے لالچ میں شاہانِ جنت کا ساتھ چھوڑ کر، سلطنت عقبیٰ سے منہ موڑ کر، جہنم کی راہ پر ہولی۔ کئی بار زہر دیا، کچھ اثر نہ ہوا، پھر تو جی کھول کر اپنے پیٹ میں جہنم کے انگارے بھرے، اور امام جنت مقام کو سخت تیز زہر دیا؛ یہاں تک کہ مصطفیٰ ﷺ کے جگر پارے کے اعضاے باطنی پارہ پارہ ہوکر نکلنے لگے۔

یہ بے چین کرنے والی خبر سن کر حضرت امام حسین اپنے پیارے بھائی کے پاس حاضر ہوئے۔ سرہانے بیٹھ کر گزارش کی: حضرت کو کس نے زہر دیا؟۔ فرمایا: اگر وہ ہے جو میرے خیال میں ہے تو اللہ بڑا بدلہ لینے والا ہے، اور اگر نہیں، تو میں بے گناہ سے عوض نہیں چاہتا۔(۱)

ایک روایت میں ہے، فرمایا: بھائی لوگ ہم سے یہ اُمید رکھتے ہیں کہ روزِ قیامت ہم اُن کی شفاعت فرما کر کام آئیں، نہ یہ کہ ان کے ساتھ غضب اور اِنتقام کو کام میں لائیں۔

واہ رے حلم کہ اپنا تو جگر ٹکڑے ہو
پھر بھی ایذاے ستم گر کے روادار نہیں

پھر جانے والے امام نے آنے والے امام کو یوں وصیت فرمائی، حسین! دیکھو سفیہانِ کوفہ سے ڈرتے رہنا، مبادا وہ تمہیں باتوں میں لے کر بلائیں، اور وقت پر چھوڑ دیں، پھر پچھتاؤ گے اور بچاؤ کا وقت گزر جائے گا۔

بے شک امامِ عالی مقام کی یہ وصیت موتیوں میں تولنے کے قابل اور دل پر لکھ لینے کے لائق تھی؛ مگر اس ہونے والے واقعے کو کون روک سکتا، جسے قدرت نے مدتوں پہلے سے مشہور کر رکھا تھا۔

---

(۱) حلیۃ الاولیاء، الحسن بن علی، الحدیث ۱۴۳۸، ج ۲، ص ۴۷ ملخصاً۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی بعثت شریفہ سے تین سو برس پیش تر یہ شعر ایک پتھر پر لکھا ملا۔

اَتَرْجُوْ اُمَّۃٌ قَتَلَتْ حُسَیْناً ☆ شَفَاعَۃَ جَدِّہٖ یَوْمَ الْحِسَابِ

کیا حسین کے قاتل یہ بھی اُمید رکھتے ہیں کہ روزِ قیامت اُن کے نانا کی شفاعت پائیں گے۔

یہی شعر ارضِ روم کے ایک گرجا میں لکھا پایا گیا اور لکھنے والا معلوم نہ ہوا۔

کئی حدیثوں میں ہے، حضور سرورِ عالم ﷺ اُم المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کاشانہ میں تشریف فرما تھے، ایک فرشتہ کہ پہلے کبھی حاضر نہ ہوا تھا اللہ تبارک وتعالیٰ سے حاضری کی اجازت لے کر آستان بوس ہوا۔ حضورِ پُرنور ﷺ نے ام المؤمنین سے ارشاد فرمایا: دروازے کی نگہبانی رکھو، کوئی آنے نہ پائے۔ اتنے میں سیدنا امامِ حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دروازہ کھول کر حاضر خدمت ہوئے اور کود کر حضورِ پُرنور ﷺ کی گود میں جا بیٹھے، حضور پیار فرمانے لگے۔

فرشتے نے عرض کی: حضور انہیں چاہتے ہیں۔ فرمایا: ہاں۔

عرض کی وہ وقت قریب آتا ہے کہ حضور کی اُمت انہیں شہید کرے گی، اور حضور چاہیں وہ زمین حضور کو دکھا دوں جہاں یہ شہید کیے جائیں گے۔ پھر سرخ مٹی۔ اور ایک روایت میں ہے۔ ریت۔ ایک میں ہے۔ کنکریاں حاضر کیں۔

حضور نے سونگھ کر فرمایا:

رِیْحُ کَرْبٍ وَّبَلَاءٍ

بے چینی اور بلا کی بو آتی ہے۔

پھر اُم المؤمنین کو وہ مٹی عطا ہوئی اور ارشاد ہوا جب یہ خون ہو جائے تو جاننا کہ حسین شہید ہوا۔ اُنہوں نے وہ مٹی ایک شیشی میں رکھ چھوڑی۔ اُم المؤمنین فرماتی ہیں، میں کہا کرتی: جس دن یہ مٹی خون ہو جائے گی کیسی سختی کا دن ہوگا!۔(۱)

---

(۱) المعجم الکبیر، الحدیث ۲۸۱۷، ۲۸۱۸، ۲۸۱۹، ج ۳، ص ۱۰۸۔

امیر المؤمنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ صفّین کو جاتے ہوئے زمین کربلا پر گزرے، نام پوچھا لوگوں نے کہا: "کربلا"۔ (یہ سن کر آپ) یہاں تک روئے کہ زمین آنسوؤں سے تر ہوگئی۔

پھر فرمایا میں خدمتِ اقدس حضور سید عالم ﷺ میں حاضر ہوا، حضور کو روتا پایا، سبب پوچھا، فرمایا: ابھی جبریل کہہ گئے ہیں کہ میرا بیٹا حسین فرات کے کنارے کربلا میں قتل کیا جائے گا۔ پھر جبریل نے وہاں کی مٹی مجھے سونگھائی، مجھ سے ضبط نہ ہوسکا اور آنکھیں بہہ نکلیں۔

ایک روایت میں ہے، مولیٰ علی اس مقام سے گزرے جہاں اب امامِ مظلوم کی قبر مبارک ہے فرمایا: یہاں اُن کی سواریاں بٹھائی جائیں گی، یہاں اُن کے کجاوے رکھے جائیں گے، اور یہاں اُن کے خون گریں گے۔ آلِ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کچھ نوجوان اس میدان میں قتل ہوں گے جن پر زمین و آسمان روئیں گے۔ (۱)

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحٰبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

امام مظلوم سے مدینہ چھوٹتا ہے

امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کام تمام کر کے جب یزید پلید نے اپنے ناشاد دل کو خوش کرلیا، اب اس شقی کو امامِ حسین یاد آئے، مدینہ کے صوبہ دار ولید کو خط لکھا کہ حسین اور عبداللہ ابن عمر اور عبد اللہ ابن زبیر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) سے بیعت کے لیے کہے، اور مہلت نہ دے۔ ابنِ عمر ایک مسجد میں بیٹھنے والے آدمی ہیں اور ابن زبیر جب تک موقع نہ پائیں گے خاموش رہیں گے، ہاں حسین سے بیعت لینی سب سے زیادہ ضروری ہے کہ یہ شیر اور شیر کا بیٹا موقع کا اِنتظار نہ کرے گا۔

صوبہ دار نے خط پڑھ کر پیامی بھیجا، امام نے فرمایا چلو آتے ہیں۔ پھر عبداللہ ابن زبیر سے فرمایا، دربار کا وقت نہیں، بے وقت بلانے سے معلوم ہوتا ہے کہ سردار نے وفات پائی، ہمیں اس لیے بلایا جاتا ہے کہ موت کی خبر مشہور ہونے سے پہلے یزید کی بیعت ہم سے لی جائے۔

ابن زبیر نے عرض کی میرا بھی یہی خیال ہے ایسی حالت میں آپ کی کیا رائے ہے۔ فرمایا: میں اپنے جوان جمع کر کے جاتا ہوں، ساتھیوں کو دروازے پر بٹھا کر اس کے پاس جاؤں گا۔

---

(۱) دلائل النبوۃ لابی نعیم الاصبہانی، ج ۲، ص ۱۴۷۔

ابن زبیر نے کہا: مجھے اس کی جانب سے اندیشہ ہے۔ فرمایا وہ میرا کچھ نہیں کرسکتا۔ پھر اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف لے گئے، ہمراہیوں کو ہدایت کی، جب میں بلاؤں یا میری آواز بلند ہوتے سنو، اندر چلے آنا اور جب تک میں واپس نہ آؤں، کہیں ہل کر نہ جانا۔

یہ فرما کر اندر تشریف لے گئے۔ ولید کے پاس مروان کو بیٹھا پایا، سلام علیک کر کے تشریف رکھی، ولید نے خط پڑھ کر سنایا، وہی مضمون پایا جو حضور کے خیال شریف میں آیا تھا۔ بیعت کا حال سن کر ارشاد ہوا: مجھ جیسے چھپ کر بیعت نہیں کرتے، سب کو جمع کرو، بیعت لو، پھر ہم سے کہو۔

ولید نے بنظر عافیت پسندی عرض کی بہتر تشریف لے جایئے۔

مروان بولا اگر اس وقت انہیں چھوڑ دے گا اور بیعت نہ لے گا تو جب تک بہت سی جانوں کا خون نہ ہو جائے، ایسا وقت ہاتھ نہ آئے گا، ابھی روک لے بیعت کر لیں تو خیر ورنہ گردن مار دے۔

یہ سن کر امام نے فرمایا ابن الزرقا! تو یا وہ، کیا مجھے قتل کرسکتا ہے خدا کی قسم تو نے جھوٹ کہا اور پاجی پن کی بات کی۔ یہ فرما کر واپس تشریف لائے۔

مروان نے ولید سے کہا: خدا کی قسم اب ایسا موقع نہ ملے گا۔

ولید بولا مجھے پسند نہیں کہ بیعت نہ کرنے پر حسین کو قتل کروں، مجھے تمام جہاں کے ملک ومال کے بدلے میں بھی حسین کا قتل منظور نہیں، میرے نزدیک حسین کے خون کا جس شخص سے مطالبہ ہوگا وہ قیامت کے دن خدائے قہار کے سامنے ہلکی تول والا ہے۔

مروان نے منافقانہ طور پر کہہ دیا تو نے ٹھیک کہا۔(۱)

دوبارہ آدمی آیا، فرمایا صبح ہونے دو۔ اور قصد فرمالیا کہ رات میں مکہ کے ارادے سے مع اہل وعیال سفر فرمایا جائے گا۔

یہ رات امام نے اپنے جد کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کے روضۂ منورہ میں گزاری کہ آخر تو فراق کی ٹھہرنی ہے، چلتے وقت تو اپنے جدِ کریم (ﷺ) کی مقدس گود سے لپٹ لیں، پھر خدا جانے زندگی میں ایسا وقت ملے یا نہ ملے۔ امام آرام میں تھے کہ خواب دیکھا، حضور پُر نور (ﷺ) تشریف لائے ہیں اور امام کو کلیجے سے لگا کر فرماتے ہیں:

---

(۱) الکامل فی التاریخ، ذکر بیعت یزید، ج ۳، ص ۳۷۷ ملتقطاً۔

’حسین وہ وقت قریب آتا ہے کہ تم پیاسے شہید کیے جاؤ اور جنت میں شہیدوں کے بڑے درجے ہیں‘۔

یہ دیکھ کر آنکھ کھل گئی، اُٹھے اور روضۂ مقدس کے سامنے رُخصت ہونے کو حاضر ہوئے۔ مسلمانو! حیاتِ دُنیوی میں امام کی یہ حاضری پچھلی حاضری ہے۔ صلوٰۃ وسلام عرض کرنے کے بعد سر جھکا کر کھڑے ہوگئے ہیں...... غم فراق کلیجے میں چٹکیاں لے رہا ہے...... آنکھوں سے لگاتار آنسو جاری ہیں...... رقت کے جوش نے جسم مبارک میں رعشہ پیدا کر دیا ہے...... بے قراریوں نے محشر برپا کر رکھا ہے...... دل کہتا ہے سر جائے مگر یہاں سے قدم نہ اُٹھایئے...... صبح کے کھلنے کا تقاضا ہے جلد تشریف لے جایئے...... دو قدم جاتے ہیں اور پھر پلٹ آتے ہیں...... حب وطن قدموں پر لوٹتی ہے کہ کہاں جاتے ہو...... غربت دامن کھینچتی ہے کیوں دیر لگاتے ہو...... شوق کی تمنا ہے کہ عمر بھر نہ جائیں...... مجبوریوں کا تقاضا ہے دم بھر نہ ٹھہرنے پائیں۔

شعبان کی چوتھی رات کے تین پہر گزر چکے ہیں اور پچھلے پہر کے نرم نرم جھونکے سونے والوں کو تھپک تھپک کر سلا رہے ہیں، ستاروں کے سنہرے رنگ میں کچھ کچھ سپیدی ظاہر ہو چلی ہے، اندھیری رات کی تاریکی اپنا دامن سمیٹنا چاہتی ہے، تمام شہر میں سناٹا ہے، نہ کسی بولنے والے کی آواز کان تک پہنچتی ہے، نہ کسی چلنے والے کی پہل سنائی دیتی ہے، شہر بھر کے دروازے بند ہیں، ہاں خاندانِ نبوت کے مکانوں میں اس وقت جاگ ہو رہی ہے اور سامانِ سفر درست کیا جا رہا ہے، ضرورت کی چیزیں باہر نکالی گئی ہیں، سواریاں دروازوں پر تیار کھڑی ہیں، محمل کس گئے ہیں، پردے کا انتظام ہو چکا ہے، ادھر امام کے بیٹے، بھائی، بھتیجے، گھر والے سوار ہو رہے ہیں، اُدھر امام مسجد نبوی سے باہر تشریف لائے ہیں، محرابوں نے سر جھکا کر تسلیم کی، میناروں نے کھڑے ہو کر تعظیم دی، قافلہ سالار کے تشریف لاتے ہی نبی زادوں کا قافلہ روانہ ہو گیا ہے۔

مدینہ میں اہل بیت سے حضرت صغریٰ امامِ مظلوم کی صاحبزادی اور جناب محمد بن حنفیہ مولیٰ علی کے بیٹے باقی رہ گئے۔ اللہ اکبر ایک وہ دن تھا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے کافروں کی ایذا دہی اور تکلیف رسانی کی وجہ سے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی۔ مدینہ والوں نے جب یہ خبر سنی، دلوں میں مسرت آمیز امنگوں نے جوش مارا، اور آنکھوں میں شادیٔ عید کا نقشہ کھنچ

گیا...... آمد آمد کا انتظار لوگوں کو آبادی سے نکال کر پہاڑوں پر لے جاتا...... منتظر آنکھیں مکہ کی راہ کو جہاں تک اُن کی نظر پہنچتی ٹکٹکی باندھ کر تکتیں ......اور مشتاق دل ہر آنے والے کو دور سے دیکھ کر چونک پڑتے ...... جب آفتاب گرم ہو جاتا، گھروں پر واپس آتے۔ اسی کیفیت میں کئی دن گزر گئے، ایک دن اور روز کی طرح وقت بے وقت ہو گیا تھا اور انتظار کرنے والے حسرتوں کو سمجھاتے، تمناؤں کو تسکین دیتے پلٹ چکے تھے، کہ ایک یہودی نے بلندی سے آواز دی :

اے راہ دیکھنے والو! پلٹو تمہارا مقصود بر آیا اور تمہارا مطلب پورا ہوا۔

اس صدا کے سنتے ہی وہ آنکھیں جن پر ابھی حسرت آمیز حیرت چھا گئی تھی، اشکِ شادی برسا چلیں، وہ دل جو مایوسی سے مرجھا گئے تھے، تازگی کے ساتھ جوش مارنے لگے، بے قرارانہ پیشوائی کو بڑھے، پروانہ وار قربان ہوتے آبادی تک لائے، اب کیا تھا خوشی کی گھڑی آئی، منہ مانگی مراد پائی، گھر گھر سے نغماتِ شادی کی آوازیں بلند ہوئیں، پردہ نشین لڑکیاں دف بجاتی، خوشی کے لہجوں میں مبارک باد کے گیت گاتی نکل آئیں :

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا ☆ مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا ☆ مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ

(یعنی وداع کے ٹیلوں سے ہم پر ایک چاند طلوع ہوا جب تک کوئی بلانے والا اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا رہے گا ہم پر اس (چاند) کا شکر واجب ہے۔)

بنی نجار کی لڑکیاں گلی کوچوں میں اس شعر سے اظہارِ مسرت کرتی ہوئی ظاہر ہوئیں :

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ
يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ

یعنی ہم قبیلہ بنی نجار کی بچیاں ہیں حضرت سیدنا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے اچھے پڑوسی ہیں۔

غرض مسرت کا جوش تھا، در و دیوار سے خوشی ٹپکی پڑتی تھی۔

ایک آج کا دن ہے کہ امام مظلوم سے مدینہ چھوٹتا ہے، مدینہ ہی نہیں بلکہ دنیا کی سب راحتیں، تمام آسائشیں ایک ایک کر کے رُخصت ہوتی اور خیر باد کہتی ہیں۔ یہ سب درکنار، نازاُٹھانے والی

ماں کا پڑوس، ماں جائے بھائی کا ہمسایہ اور سب سے بڑھ کر امام پر اپنا بیٹا قربان کر دینے والے جدِ کریم (علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) کا قرب۔

کیا یہ ایسی چیزیں ہیں جن کی طرف سے آسانی کے ساتھ آنکھیں پھیر لی جائیں، آسانی سے آنکھیں پھیرنی کیسی! ۔ اگر امام کو مدینہ نہ چھوڑنے پر قتل کر دیا جاتا تو قتل ہونا منظور فرماتے، اور مدینہ سے پاؤں باہر نہ نکالتے؛ مگر اس مجبوری کا کیا علاج کہ امام کے ناقہ کو قضا مہار پکڑے اُس میدان کی جانب لیے جاتی ہے جہاں قسمت نے پردیسیوں کے قتل ہونے، پیاسوں کے شہید کیے جانے کا سامان جمع کیا ہے۔

مدینے کی زمین جس پر آپ گھٹنوں چلے ...... جس نے آپ کی بچپن کی بہاریں دیکھیں ...... جس پر آپ کی جوانی کی کرامتیں ظاہر ہوئیں ...... اپنے سر پر خاک حسرت ڈالتی اور پردیس جانے والے کے پیارے پیارے نازک پاؤں سے لپٹ لپٹ کر زبانِ حال سے عرض کر رہی ہے کہ

'اے فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کی گود کے سنگھار، کلیجے کی ٹیک، زندگی کی بہار، کہاں کا ارادہ فرما دیا...... وہ کون سی سرزمین ہے جسے یہ عزت والے پاؤں - جو میری آنکھوں کے تارے ہیں - شرف بخشنے کا قصد فرماتے ہیں'۔

اے تماشا گاہ عالم روے تو

تو کجا بہر تماشا مے روی ☆

جس قدر یہ برکت والا قافلہ نگاہ سے دُور ہوتا جاتا ہے اُسی قدر پیچھے رہ جانے والی پہاڑیاں اور مسجد نبوی کے منارے سر اُٹھا اُٹھا کر دیکھنے کی خواہش زیادہ ظاہر کرتے ہیں، یہاں تک کہ جانے والے نگاہوں سے غائب ہو گئے اور مدینہ کی آبادی پر حسرت بھرا سناٹا چھا گیا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

راستے میں عبداللہ بن مطیع ملے، عرض کی: کہاں کا قصد فرمالیا؟۔

فرمایا: فی الحال مکہ کا۔

☆ یعنی آپ نظارہ کے لیے کہاں جا رہے ہیں جبکہ دنیا کی نگاہیں آپ کے روئے انور پر مرکز ہیں۔

عرض کی: کوفے کا عزم نہ فرمایا جائے وہ بڑا بے ڈھنگا شہر ہے، وہاں آپ کے والدِ ماجد شہید ہوئے، آپ کے بھائی سے دغا کی گئی، آپ مکے کے سوا کہیں کا ارادہ نہ فرمائیں، اگر آپ شہید ہو جائیں گے تو خدا کی قسم ہمارا ٹھکانا نہ لگا رہے گا، ہم سب غلام بنا لیے جائیں گے۔

بالآخر حضور مکہ پہنچ کر ساتویں ذی الحجہ تک امن و امان کے ساتھ قیام فرما رہے۔ (۱)

کوفیوں کی شرارت اور امام مسلم کی شہادت

جب اہل کوفہ کو یزید خبیث کی تخت نشینی اور امام سے بیعت طلب کیے جانے اور امام کے مدینہ چھوڑ کر مکے تشریف لے آنے کی خبر پہنچی، فریب دہی و عیاری کی پرانی روش یاد آئی۔ سلیمان بن مرو جز خزاعی کے مکان پر جمع ہوئے، ہم مشورہ ہو کر امام کو عرضی لکھی کہ تشریف لایئے اور ہم کو یزید کے ظلم سے بچایئے۔ ڈیڑھ سو عرضیاں جمع ہو جانے پر امام نے تحریر فرمایا کہ اپنے معتمد چچا زاد بھائی مسلم بن عقیل کو بھیجتا ہوں، اگر یہ تمہارا معاملہ ٹھیک دیکھ کر اطلاع دیں گے تو ہم جلد تشریف لائیں گے۔

حضرت مسلم کوفہ پہنچے۔ ادھر کوفیوں نے امام کے ہاتھ پر بیعت کرنے اور امام کو مدد دینے کا وعدہ کیا، بلکہ اٹھارہ ہزار (18,000) داخل بیعت بھی ہو گئے اور حضرت مسلم کو یہاں تک باتوں میں لے کر اطمینان دلایا کہ انہوں نے امام کو تشریف لانے کی نسبت لکھا۔

ادھر یزید پلید کو کوفیوں نے خبر دی کہ حسین نے مسلم کو بھیجا ہے۔ کوفہ کے حاکم نعمان بن بشیر (رضی اللہ عنہما) ان کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرتے ہیں، کوفہ کا بھلا منظور ہے تو اپنی طرح کوئی زبردست ظالم بھیج۔

اُس نے عبید اللہ ابن زیاد کو حاکم بنا کر روانہ کیا اور کہا کہ مسلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو شہید کرے یا کوفہ سے نکال دے۔

جب یہ مردک کوفہ پہنچا، امام کے ہمراہ اٹھارہ ہزار کی جماعت پائی، امیروں کو دھمکانے پر مقرر کیا، کسی کو دھمکی دی، کسی کو لالچ سے توڑا۔ یہاں تک کہ تھوڑی دیر میں امام مسلم کے پاس صرف تیں

---

(۱) الکامل فی التاریخ، ذکر الخبر عن مراسلۃ الکوفیین ۔ ۔ ۔ الخ، ج ۳، ص ۳۸۱۔

(30) آدمی رہ گئے۔ مسلم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) یہ دیکھ کر مسجد سے باہر نکلے کہ کہیں پناہ لیں۔ جب دروازہ سے باہر آئے، ایک بھی ساتھ نہ تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

آخر ایک گھر میں پناہ لی۔ ابن زیاد نے یہ خبر پا کر فوج بھیجی، جب امام مسلم کو آوازیں پہنچیں، تلوار لے کر اُٹھے اور اُن روباہ منشوں کو مکان سے باہر نکال دیا، کچھ دیر بعد پھر جمع ہو کر آئے، شیرِ خدا کا بھتیجا پھر تیغ بکف اُٹھا اور آن کی آن میں اُن شغالوں کو پریشان کر دیا، کئی بار ایسا ہی ہوا جب اُن نامردوں کا اِس اکیلے مردِ خدا پر کچھ بس نہ چلا، مجبور ہو کر چھتوں پر چڑھ گئے، پتھر اور آگ کے لوکے پھینکنے شروع کیے۔

شیرِ مظلوم کا تن اُن ظالموں کے پتھروں سے خونا خون تھا؛ مگر وہ تیغ بر کف و کف برلب حملہ فرماتا باہر نکلا، اور راہ میں جو گروہ کھڑے تھے اُن پر عتاب و عذاب کی طرح ٹوٹا۔ جب یہ حالت دیکھی، ابن اشعث نے کہا کہ آپ کے لیے امان ہے نہ آپ قتل کیے جائیں نہ کوئی گستاخی ہو۔

مسلم مظلوم تھک کر دیوار سے پیٹھ لگا کر بیٹھ گئے، خچر سواری کے لیے حاضر ہوا، اس پر سوار کیے گئے، ایک نے تلوار حضور کے ہاتھ سے لے لی، فرمایا: یہ پہلا مکر ہے۔

ابن اشعث نے کہا: کچھ خوف نہ کیجیے۔ فرمایا: وہ امان کدھر گئی...... پھر رونے لگے۔

ایک شخص بولا تم جیسا بہادر اور روئے۔ فرمایا:

'اپنے لیے نہیں روتا ہوں، رونا حسین اور آلِ حسین کا ہے کہ وہ تمہارے اطمینان پر آتے ہوں گے اور اُنھیں اس مکر و بدعہدی کی خبر نہیں'۔

پھر ابن اشعث سے فرمایا: 'میں دیکھتا ہوں کہ تم مجھے پناہ دینے سے عاجز رہو گے اور تمہاری امان کام نہ دے گی اگر ہو سکے تو اتنا کرو کہ اپنے پاس سے کوئی آدمی امام حسین کے پاس بھیج کر میرے حال کی اطلاع دے دو کہ وہ واپس جائیں اور کوفیوں کے قریب میں نہ آئیں'۔

جب مسلم (رضی اللہ عنہ) ابن زیاد بدنہاد کے پاس لائے گئے، ابن اشعث نے کہا میں انہیں امان دے چکا ہوں۔ وہ خبیث بولا: تجھے امان دینے سے کیا تعلق؟ ہم نے تجھے ان کے لانے کو بھیجا تھا نہ کہ امان دینے کو۔ ابن اشعث چپ رہے، مسلم اس شدت محنت اور زخموں کی کثرت میں پیاسے تھے، ٹھنڈے پانی کا ایک گھڑا دیکھا۔

فرمایا: مجھے اس میں سے پلا دو۔ ابن عمرو باہلی بولا: دیکھتے ہو کیسا ٹھنڈا ہے، تم اس میں سے ایک بوند نہ چکھنے پاؤ گے، یہاں تک کہ (معاذ اللہ) جہنم میں آب گرم پیو۔

امام مسلم نے فرمایا: او سنگ دل درشت خو آب حمیم و نار جحیم کا تو مستحق ہے۔

پھر عمارہ بن عقبہ کو ترس آیا، ٹھنڈا پانی منگا کر پیش کیا۔

امام نے پینا چاہا، پیالہ خون سے بھر گیا، تین بار ایسا ہی ہوا۔

فرمایا: خدا کو ہی منظور نہیں۔

جب ابن زیاد بدنہاد کے سامنے گئے، اُسے سلام نہ کیا وہ بھڑکا اور کہا تم ضرور قتل کیے جاؤ گے۔ فرمایا: تو مجھے وصیت کر لینے دے۔

اُس نے اجازت دی۔

مسلم مظلوم نے عمرو بن سعد سے فرمایا:

'مجھ میں تجھ میں قرابت ہے اور مجھے تجھ سے ایک پوشیدہ حاجت ہے'۔

اس سنگدل نے کہا: میں سننا نہیں چاہتا۔

ابن زیاد بولا: سن لے کہ یہ تیرے چچا کی اولاد ہیں۔ وہ الگ لے گیا۔

فرمایا: 'کوفہ میں میں نے سات سو درہم قرض لیے ہیں وہ اَدا کر دینا، اور بعد قتل میرا جنازہ ابن زیاد سے لے کر دفن کرا دینا اور امام حسین کے پاس کسی کو بھیج کر منع کرا بھیجنا'۔

ابن سعد نے ابنِ زیاد سے یہ سب باتیں بیان کر دیں۔ وہ بولا: کبھی خیانت کرنے والے کو بھی امانت سپرد کی جاتی ہے، یعنی اُنہوں نے پوشیدہ رکھنے کو فرمایا، تو نے ظاہر کر دیں، اپنے مال کا تجھے اختیار ہے جو چاہے کر، اور حسین اگر ہمارا قصد نہ کریں گے، ہم اُن کا نہ کریں گے؛ ورنہ ہم اُن سے باز نہ رہیں گے۔ رہا مسلم کا جنازہ، اس میں ہم تیری سفارش سننے والے نہیں، پھر حکم پا کر جلاد ظالم اُنھیں بالائے قصر لے گیا، امام مسلم برابر تسبیح و استغفار میں مشغول تھے یہاں تک کہ شہید کیے گئے اور اُن کا سر مبارک یزید پلید کے پاس بھیجا گیا۔(۱)

(۱) الکامل فی التاریخ، دعوۃ اھل الکوفۃ . . . الخ، ج ۳، ص ۳۹۵، ۳۹۷۔

امام جنت مقام مکہ سے جاتے ہیں

پائی نہ تیغ عشق سے ہم نے کہیں پناہ
قربِ حرم میں بھی تو ہیں قربانیوں میں ہم

۶۰ھ کا پچھلا مہینہ ہے اور حج کا زمانہ، دنیا کے دُور دراز حصوں سے لاکھوں مسلمان وطن چھوڑ کر عزیزوں سے منہ موڑ کر اپنے رب جل جلالہ کے مقدس اور برگزیدہ گھر کی زیارت سے مشرف ہونے حاضر آئے ہیں، دلوں میں فرحت نے ایک جوش پیدا کر دیا ہے، اور سینوں میں سرور لہریں لے رہا ہے کہ یہی ایک رات بیچ میں ہے، صبح نویں تاریخ ہے اور مہینوں کی محنت وصول ہونے، مدتوں کے ارمان نکلنے کا مبارک دن ہے۔

مسلمان خانہ کعبہ کے گرد پھر پھر کر نثار ہو رہے ہیں، مکہ معظمہ میں ہر وقت کی چہل پہل نے دن کو روزِ عید اور رات کو شبِ براءت کا آئینہ بنا دیا ہے۔ کعبہ کا دلکش بناؤ، کچھ ایسی دل آویز اداؤں کا سامان اپنے ساتھ لیے ہوئے ہے کہ لاکھوں کے جمگھٹ میں جسے دیکھیے شوق بھری نگاہوں سے اسی کی طرف دیکھ رہا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سیاہ پردے کی چلمن سے کسی محبوب دلنواز کی پیاری پیاری تجلیاں چھن چھن کر نکل رہی ہیں، جن کی ہوش رُبا تاثیروں، دلکش کیفیتوں نے یہ مجلس آرائیاں کی ہیں۔

عاشقانِ دلدادہ فرقت کی مصیبتیں، جدائی کی تکلیفیں جھیل کر جب خوش قسمتی سے اپنے پیارے محبوب کے آستانہ پر حاضری کا موقع پاتے ہیں، ادب و شوق کی الجھن، مسرت آمیز بے قراری کی خوش آئند تصویر ان کی آنکھوں کے سامنے کھینچ دیتی ہے اور وہ اپنی چمکتی ہوئی تقدیر پر طرح طرح سے ناز کرتے اور بے اختیار کہہ اٹھتے ہیں:

مقامِ وجد ہے اے دل کہ کوئے یار میں آئے
بڑے دربار میں پہنچے بڑی سرکار میں آئے

غرض آج کا یہ دھوم دھامی جلسہ جو ایک غرضِ مشترک کے ساتھ اپنے محبوب کے در دولت پر حاضر ہے، اپنی بھرپور کامیابی پر انتہا سے زیادہ مسرت ظاہر کر رہا ہے؛ مگر امامِ مظلوم کے مقدس

چہرے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی خاص وجہ سے اس مجمع میں شریک نہیں رہ سکتے، یا ان کے سامنے سے کسی نے پردہ اُٹھا کر کچھ ایسا عالم دکھادیا ہے کہ اُن کی مقدس نگاہ کو اس مبارک منظر کی طرف دیکھنے اور ادھر متوجہ ہونے کی فرصت ہی نہیں۔

اور اگر کسی وقت حاجیوں کے جماؤ کی طرف حسرت سے دیکھتے اور حج نفل کے فوت ہونے پر اظہار افسوس بھی کرتے ہیں، تو تقدیر زبانِ حال سے کہہ اُٹھتی ہے کہ حسین تم غمگین نہ ہو اگر اس سال حج نہ کرنے کا افسوس ہے تو میں نے تمہارے لیے حج اکبر کا سامان مہیا کیا ہے، اور کمر شوق پر دامنِ ہمت کا مبارک احرام چست باندھو، اگر حاجیوں کی سعی کے لیے مکہ کا ایک نالہ مقرر کیا گیا ہے تو تمہارے لیے مکے سے کربلا تک وسیع میدان موجود ہے۔ حاجی اگر زمزم کا پانی پئیں تو تمہیں تین دن پیاسا رکھ کر شربتِ دیدار پلایا جائے گا کہ پیو تو خوب سیراب ہو کر پیو۔

حاجی بقر عید کی دسویں کو مکہ میں جانوروں کی قربانیاں کریں گے، تو تم محرم کی دسویں کو کربلا کے میدان میں اپنی گود کے پالوں کو خاک و خون میں تڑپتا دیکھو گے۔ حاجیوں نے مکہ کی راہ میں مال صرف کیا ہے، تم کربلا کے میدان میں اپنی جان اور عمر بھر کی کمائی لٹادو گے۔ حاجیوں کے لیے مکہ میں تاجروں نے بازار کھولا ہے، تم فرات کے کنارے دوست کی خاطر اپنی دکانیں کھولو گے۔ یہاں تاجر مال فروخت کرتے ہیں، وہاں تم جانیں بیچو گے، یہاں حاجی خرید و فروخت کو آتے ہیں، تمہاری دکانوں پر تمہارا دوست جلوہ فرمائے گا، جو پہلے ہی ارشاد کر چکا ہے :

اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَ اَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ . (۱)

بے شک اللہ نے مسلمانوں کی جانیں اور مال جنت کے بدلے میں مول لے لیے ہیں۔

غرض ان کیفیتوں نے کچھ ایسا از خود رفتہ بنادیا ہے کہ امام عالی مقام نے بقرہ عید کی آٹھویں تاریخ کوفے کا قصد فرمالیا۔ جب یہ خبر مشہور ہوئی تو عمر بن عبدالرحمٰن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس ارادے کا خلاف کیا اور جانے سے مانع آئے۔

فرمایا: جو ہونی ہے، ہو کر رہے گی۔

(۱) پارہ ۱۱، التوبۃ: ۱۱۱۔

عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نہایت عاجزی سے روکنا چاہا، اور عرض کی کچھ دنوں تامل فرمایئے اور انتظار کیجیے، اگر کوفی ابن زیاد کو قتل کر دیں اور دشمنوں کو نکال باہر کریں تو جانیے کہ نیک نیتی سے بلاتے ہیں، اور اگر وہ اُن پر قابض اور دشمن موجود ہیں ہرگز وہ حضور کو بھلائی کی طرف نہیں بلاتے، میں اندیشہ کرتا ہوں کہ یہ بلانے والے ہی مقابل آئیں گے۔

فرمایا: میں استخارہ کروں گا۔

عبداللہ ابن عباس پھر آئے اور کہا: 'بھائی صبر کرنا چاہتا ہوں مگر صبر نہیں آتا، مجھے اس روانگی میں آپ کے شہید ہونے کا اندیشہ ہے، عراقی بدعہد ہیں، اُنہوں نے آپ کے باپ کو شہید کیا، آپ کے بھائی کا ساتھ نہ دیا، آپ اہل عرب کے سردار ہیں، عرب ہی میں قیام رکھیے، یا عراقیوں کو لکھیے کہ وہ ابن زیاد کو نکال دیں، اگر ایسا ہو جائے تشریف لے جایئے اور اگر تشریف ہی لے جانا ہے تو یمن کا قصد فرمایئے کہ وہاں قلعے ہیں، گھاٹیاں ہیں اور وہ ملک وسیع زمین رکھتا ہے'۔

فرمایا: بھائی! خدا کی قسم میں آپ کو ناصح مشفق جانتا ہوں؛ مگر میں تو ارادہ مصمم کر چکا۔

عرض کی: تو بیبیوں اور بچوں کو تو ساتھ نہ لے جایئے۔

یہ بھی منظور نہ ہوا۔

عبداللہ ابن عباس 'ہائے پیارے! ہائے پیارے' کہہ کر رونے لگے۔

اسی طرح عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے منع کیا، نہ مانا، اُنہوں نے پیشانی مبارک پر بوسہ دے کر کہا: 'اے شہید ہونے والے! میں تمہیں خدا کو سونپتا ہوں'۔

یو ہیں عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روکا۔

فرمایا: میں نے اپنے والد ماجد رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ ایک مینڈھے کے سبب سے مکے کی بے حرمتی کی جائے گی، میں پسند نہیں کرتا کہ وہ مینڈھا میں بنوں'۔

جب روانہ ہو لیے راہ میں آپ کے چچازاد بھائی حضرت عبداللہ ابن حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا خط ملا، لکھا تھا: 'ذرا ٹھہریئے میں بھی آتا ہوں'۔

حضرت عبداللہ نے عمرو بن سعید حاکم مکہ سے امامِ مظلوم کے لیے ایک خط امان اور واپس

بلانے کا مانگا اُنہوں نے لکھ دیا اور اپنے بھائی یحییٰ بن سعید کو واپس لانے کے لیے ساتھ کر دیا۔ دونوں حاضر آئے اور سر سے پاؤں تک گئے کہ واپس تشریف لے چلیں، مقبول نہ ہوا۔

فرمایا: 'میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے اور مجھے ایک حکم دیا گیا ہے، اُس کی تعمیل کروں گا، سر جائے خواہ رہے'۔

پوچھا وہ خواب کیا ہے؟۔

فرمایا: 'جب تک زندہ ہوں کسی سے نہ کہوں گا'۔ یہ فرما کر روانہ ہو گئے۔(۱)

نظم

سب نے کی عرض کہ شہزادۂ حیدر مت جا
اے حسین ابن علی ، سبطِ پیمبر مت جا

صدمے واں پہنچے علی اور حسن کو کیا کیا
جانا کوفہ کا تو ہرگز نہیں بہتر مت جا

حق نما آئینہ ہے رُخ ترا ، اندھے ہیں وہی
لے کے اندھوں میں یہ آئینہ سکندر مت جا

سنگِ باراں سے بچا جامِ بلوریں اپنا
ایسے لوگوں میں جو پتھر سے ہیں بدتر مت جا

گُل شادابِ نبی اپنے چمن سے نہ نکل
نازنیں پھول ہے تو کانٹوں کے اندر مت جا

چلتے ہیں صرصرِ آفات کے مُظلِم جھونکے
شمع رُو قلعہ فانوس سے باہر مت جا

(۱) الکامل فی التاریخ، ذکر مسیر الحسین الی الکوفۃ . . . الخ، ج۳، ص۳۹۹ ملخصاً۔

بوسعید، ابن عمر، جابر، و ابن عباس
تھا یہی کلمہ سب اصحاب کے لب پر 'مت جا'

بیدلؔ اس شاہ کو مقتل میں قضا لے ہی گئی
کہتے سب رہ گئے اے دین کے سرور مت جا

جب امام کے بھائی امام محمد بن حنفیہ کو روانگی امام کی خبر پہنچی، طشت میں وضو فرما رہے تھے، اس قدر روئے کہ طشت آنسوؤں سے بھر دیا، امام تھوڑی دُور پہنچے ہیں کہ فرزدق شاعر کوفے سے آتے ملے، کوفیوں کا حال پوچھا۔

عرض کیا: 'اے رسول اللہ کے جگر پارے! اُن کے دل حضور کے ساتھ ہیں اور اُن کی تلواریں بنی اُمیہ کے ساتھ...... قضا آسمان سے اُترتی ہے اور خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے'۔

غرض ادھر تو امام روانہ ہوئے، اُدھر ابن زیاد بدنہاد بانی فساد کو جب یہ خبر پہنچی، قادسیہ سے خفان وکوہ لعلع اور قطقطانہ تک فوج سے ناکہ بندیاں کرادیں اور قیامت تک مسلمانوں کے دلوں کو گھائل کرتے اور کلیجوں میں گھاؤ ڈالنے کی بنیاد ڈال دی۔

امام مظلوم نے قیس بن مسہر کو اپنی تشریف آوری کی اطلاع دینے کوفے بھیجا، جب یہ مرحوم قادسیہ پہنچے، ابن زیاد کے سپاہی گرفتار کر کے اس خبیث کے پاس لے گئے۔

اُس مردود نے کہا: اگر جان کی خیر چاہتے ہو تو اس چھت پر چڑھ کر حسین کو گالیاں دو۔

یہ سن کر وہ خاندانِ نبوت کا فدائی اہل بیت رسالت کا شیدائی چھت پر گیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد بلند آواز سے کہنے لگا :

'حسین آج تمام جہان سے افضل ہیں...... رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی فاطمہ زہرا کے کلیجے کے ٹکڑے ہیں...... مولیٰ علی کی آنکھوں کے نور، دل کے سرور...... میں اُن کا قاصد ہوں، اُن کا حکم مانو اور اُن کی اطاعت کرو'۔ پھر کہا: 'ابن زیاد اور اُس کے باپ پر لعنت'۔

آخر کار اُس مردک نے جل کر حکم دیا کہ چھت سے گرا کر شہید کیے جائیں۔(۱)

(۱) الکامل فی التاریخ، ذکر مسیر الحسین الی الکوفۃ، ج ۳، ص ۴۰۲۔

اس وقت اس بادۂ اُلفت کے متوالے کا بے قرار دل، امامِ عرش مقام کی طرف منہ کیے التجا کے لہجے میں عرض کر رہا ہے :

بجرمِ عشق توام مے کشند غوغا ئیست
تو نیز بر سرِ بام آ کہ خوش تماشائیست ☆

رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ .

امامِ مظلوم آگے بڑھے تو راہ میں زہیر بن قین بجلی ملے، وہ حج سے واپس آتے تھے اور مولیٰ علی سے کچھ کدورت رکھتے تھے۔ دن بھر امام کے ساتھ رہتے، رات کو علیحدہ ٹھہرتے۔ ایک روز امام نے بلا بھیجا، بہ کراہت آئے، خدا جانے کیا فرمادیا اور کس ادا سے دل چھین لیا کہ اب جو واپس آئے تو اپنا اسباب امام کے اسباب میں رکھ دیا اور ساتھیوں سے کہا :

'جو میرے ساتھ رہنا چاہے رہے ورنہ یہ ملاقات پچھلی ملاقات ہے'۔

پھر اپنا سامان لے آنے اور امام کے ساتھ ہو جانے کا سبب بیان کیا کہ شہر منجز پر ہم نے جہاد کیا، وہ فتح ہوا، کثیر غنیمتوں کے ملنے پر ہم بہت خوش ہوئے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا :

'جب تم جوانانِ آلِ محمد کے سردار کو پاؤ تو اُن کے ساتھ دشمن سے لڑنے پر اس سے زیادہ خوش ہونا'۔

اب وہ وقت آ گیا، میں تم سب کو سپرد بخدا کرتا ہوں، پھر اپنی بی بی کو طلاق دے کر کہا: گھر جاؤ، میں نہیں چاہتا کہ میرے سبب سے تم کو کوئی نقصان پہنچے۔ (۱)

خدا جانے ان اچھی صورت والوں کی اداؤں میں کس قیامت کی کشش رکھی گئی ہے، یہ جسے ایک نظر دیکھ لیتے ہیں، وہ ہر طرف سے ٹوٹ کر انہیں کا ہو رہتا ہے۔ پھر یاروں سے یاری رہتی ہے نہ زن و فرزند کی پاسداری۔ آخر یہ وہی زہیر تو ہیں جو مولیٰ علی سے کدورت رکھتے اور رات کو امام

(☆) یعنی تیرے عشق کے جرم میں مجھے قتل کر رہے ہیں اس لیے شور و غوغا ہے تو بھی چھت پر آکے دیکھ بہت خوبصورت نظارہ ہے۔

(۱) الکامل فی التاریخ، ذکر مسیر الحسین الی الکوفۃ، ج ۳، ص ۲۰۲۔

سے علیحدہ ٹھہرتے تھے، یہ اُنھیں کیا ہوگیا؟، اورکس کی ادا نے باز رکھا جو عزیزوں کا ساتھ چھوڑنے، عورت کو طلاق دینے پر مجبور ہوکر بے کسی سے جان دینے اور مصیبتیں جھیل کر شہید ہونے کو آمادہ ہوگئے۔

اب یہ قافلہ اور بڑھا تو ابن اشعث کا بھیجا ہوا آدمی ملا، جو حضرت مسلم کی وصیت پر عمل کرنے کی غرض سے بھیجا گیا تھا۔ اس سے حضرت مسلم کی شہادت کی خبر معلوم ہونے پر بعض ساتھیوں نے امام کو قسم دی کہ یہیں سے پلٹ چلیے۔

مسلم شہید کے عزیزوں نے کہا: ہم کسی طرح نہیں پلٹ سکتے، یا خونِ ناحق کا بدلہ لیں گے یا مسلم مرحوم سے جا ملیں گے۔

امام نے فرمایا: 'تمھارے بعد زندگی بے کار ہے'۔

پھر جو لوگ راہ میں ساتھ ہو لیے تھے اُن سے ارشاد کیا: 'کوفیوں نے ہمیں چھوڑ دیا اب جس کے جی میں آئے پلٹ جائے ہمیں کچھ ناگوار نہ ہوگا'۔

یہ اس غرض سے فرمادیا کہ لوگ یہ سمجھ کر ہمراہ ہوئے تھے کہ امام ایسی جگہ تشریف لیے جاتے ہیں جہاں کے لوگ داخل بیعت ہو چکے ہیں، یہ سن کر سوا ان چند بندگانِ خدا کے جو مکہ معظمہ سے ہم رکاب سعادت مآب تھے، سب اپنی اپنی راہ گئے۔

پھر ایک اور عربی ملے، عرض کی کہ اب تیغ وسناں پر جانا ہے آپ کو قسم ہے کہ واپس جائیے۔

فرمایا: جو خدا چاہتا ہے ہو کر رہتا ہے۔(۱)

اب امام عالی مقام موضع شراف سے آگے بڑھے ہیں۔ یہ دوپہر کا وقت ہے، یکایک ایک صاحب نے بلند آواز سے 'اَللّٰہُ اَکْبَرُ' کہا۔ فرمایا: کیا ہے؟

کہا: کھجور کے درخت نظر آتے ہیں۔

قبیلہ بنی اسد کے دو شخصوں نے کہا: اس زمین میں کھجور کبھی نہ تھے۔

فرمایا: پھر کیا ہے؟۔ عرض کی: سوار معلوم ہوتے ہیں۔

---

(۱) الکامل فی التاریخ، ذکر مسیر الحسین الی الکوفۃ، ج۳، ص۴۰۳ ملخصاً۔

فرمایا: میرا بھی یہی خیال ہے، اچھا تو یہاں کوئی پناہ کی جگہ ہے کہ اسے ہم اپنی پشت پر لے کر اطمینان کے ساتھ دشمن سے مقابلہ کر سکیں۔

کہا: ہاں کوہِ ذو حسم، اگر حضور ان سے پہلے اس تک پہنچ گئے۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سوار نظر آئے اور امام سبقت فرما کر پہاڑ کے پاس ہو لیے، جب وہ اور قریب آئے تو معلوم ہوا کہ حُر ہیں جو ایک ہزار سواروں پر افسر بنا کر امام کو ابن زیاد بدنہاد کے پاس لے جانے کے لیے بھیجے گئے ہیں، اس ٹھیک دوپہر میں اصحاب امام کے سامنے اُترے۔

مالکِ کوثر کے بیٹے نے حکم دیا کہ انہیں اور ان کے گھوڑوں کو پانی پلاؤ۔ ہمراہیانِ امام نے پانی پلایا۔ جب ظہر کا وقت ہوا، امام نے مؤذن کو اذان کا حکم دیا، پھر ان لوگوں سے فرمایا:

تمہاری طرف میرا آنا اپنی مرضی سے نہ ہوا، تم نے خط اور قاصد بھیج کر بلایا، اب اگر اطمینان کا اقرار کرو، تو میں تمہارے شہر کو چلوں؛ ورنہ واپس جاؤں۔

کسی نے جواب نہ دیا اور مؤذن سے کہا تکبیر کہو۔

امام نے حر سے فرمایا: اپنے ساتھیوں کو تم نماز پڑھاؤ گے۔

کہا: نہیں آپ پڑھائیں اور ہم سب مقتدی ہوں گے۔

بعد نماز حر اپنے مقام پر گئے۔

امام نے اللہ تعالیٰ کی تعریف کے بعد ان لوگوں سے ارشاد کیا:

'اگر تم اللہ سے ڈرو اور حق کو اس کے اہل کے لیے پہچانو تو خدا تعالیٰ کی رضامندی اسی میں ہے کہ ہم اہل بیت ان ظالموں کے مقابلہ میں ولی الامر ہونے کے مستحق ہیں، ہاں ہم اگر تم ہمیں ناپسند کرو اور ہمارا حق نہ پہچانو اور اپنے خطوں اور قاصدوں کے خلاف ہمارے بارے میں رائے رکھنا چاہو تو میں واپس جاؤں'۔

حر نے عرض کی: واللہ ہم نہیں جانتے کیسے خط اور کیسے قاصد۔

امام نے دو خورجیاں بھرے ہوئے خط نکال کر سامنے ڈال دیے۔

حر نے کہا: میں خط بھیجنے والوں میں نہیں، مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ جب آپ کو پاؤں تو کوفہ ابن زیاد کے پاس پہنچاؤں۔

فرمایا: تیری موت نزدیک ہے اور یہ ارادہ دُور۔

پھر ہمراہیوں کو حکم دیا کہ واپس چلیں۔

حر نے روکا۔

فرمایا: تیری ماں تجھے روئے کیا چاہتا ہے۔

کہا: سنیے خدا کی قسم! آپ کے سوا تمام عرب میں کوئی اور یہ بات کہتا تو میں اس کی ماں کو برابر سے کہتا۔ کسے باشد؛ مگر واللہ آپ کی ماں کا نامِ پاک تو میں ایسے موقع پر لے ہی نہیں سکتا۔

فرمایا: آخر مطلب کیا ہے؟۔

عرض کی: ابن زیاد کے پاس حضور کا لے چلنا۔

فرمایا: تو خدا کی قسم میں تیرے ساتھ نہ چلوں گا۔

کہا: تو خدا کی قسم آپ کو نہ چھوڑوں گا۔

جب بات بڑھی اور حُر نے دیکھا امام یوں راضی نہ ہوں گے اور کسی گستاخی کی نسبت ان کے ایمان نے اجازت نہ دی تو یہ عرض کی کہ میں دن بھر تو حضور کے ساتھ سے علیحدہ ہو نہیں سکتا، ہاں **جب شام ہو تو آپ مجھ سے عورتوں کی ہمراہی کا عذر فرما کر علیحدہ ٹھہریے، اور رات میں کسی وقت موقع پا کر تشریف لے جائیے، میں ابن زیاد کو کچھ لکھ بھیجوں گا۔ شاید اللہ تعالیٰ وہ صورت کرے کہ** میں کسی معاملہ میں مبتلا ہونے کی جرأت نہ کرسکوں۔(۱)

جب 'عذیب الہجانات' پہنچے، **کوفے سے چار شخص آتے ملے، حال پوچھا، مجمع بن عبید اللہ عامری نے عرض کی: شہر کے رئیسوں کو بھاری رشوتوں سے توڑ لیا گیا اور ان کی تھیلیوں کو روپیوں اشرفیوں سے بھر دیا گیا ہے، وہ تو ایک زبان حضور کے مخالف ہو گئے۔ رہے عوام ان کے دل حضور** کی جانب جھکتے ہیں اور کل انہیں کی تلواریں حضور پر کھنچیں گی۔

فرمایا: میرے قاصد قیس کا کیا حال ہے؟۔

کہا: قتل کیے گئے۔

---

(۱) الکامل فی التاریخ، ثم دخلت سنۃ احدی وستین ۔ ۔ ۔ الخ، ج ۳، ص ۲۸۰ ملخصاً۔

امام بے اختیار رو پڑے اور فرمایا: 'کوئی اپنی منت پوری کر چکا اور کوئی انتظار میں ہے، الٰہی! ہمیں اور انھیں جنت میں جمع فرما'۔

طرماح بن عدی نے عرض کی آپ کے ساتھ گنتی کے آدمی ہیں، اگر حر کی جماعت ہی آپ سے لڑے تو کفایت کر سکتی ہے، نہ کہ وہ جماعت جو چلنے سے ایک دن پہلے میں نے کوفہ میں دیکھی تھی جو آپ کی طرف روانگی کے لیے تیار ہے، میں نے اپنی عمر میں اتنی بڑی فوج کبھی نہ دیکھی، میں حضور کو قسم دیتا ہوں کہ اگر ان سے ایک بالشت بھر جدائی کی قدرت ہو تو اسی قدر کیجیے اور اگر وہ جگہ منظور ہو جہاں باذن اللہ تعالیٰ آرام واطمینان سے قیام فرما کر تدبیر فرمایئے تو میرے ساتھ 'کوہِ آجا' کی طرف چلیے، واللہ اس پہاڑ کے سبب سے ہم بادشاہانِ غسان وحمیر اور نعمان بن المنذر بلکہ عرب وعجم کے سب حملوں سے محفوظ رہے ہے، حضور وہاں ٹھہر کر آجاہ وسلمی کے رہنے والوں کو فرمان تحریر فرمایئے، خدا کی قسم دس دن نہ گزریں گے کہ قومِ طے کے سوار و پیادے حاضر خدمت ہوں گے، پھر جب تک مرضی مبارک ہو ہم میں ٹھہریے اور اگر پیش قدمی کا قصد ہو تو بنی طے سے بیس ہزار جوان حضور کے ہمراہ کر دینے کا میرا ذمہ ہے، جو حضور کے سامنے تلوار چلائیں گے اور جب تک ان میں کوئی آنکھ پلک مارتی باقی رہے گی حضور تک دشمن نہ پہنچ سکیں گے۔

ارشاد ہوا: 'اللہ تمہیں جزائے خیر دے، ہمارا اور کوفیوں کا کچھ قول ہو گیا ہے جس سے ہم پھر نہیں سکتے'۔ یہ فرما کر اُنھیں رخصت کیا۔(۱)

امام نے راہ میں ایک خواب دیکھا، جاگے تو اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کہتے ہوئے اُٹھے۔ امام زین العابدین نے عرض کی:

اے میرے والد! میں آپ پر قربان کیا بات ملاحظہ فرمائی۔

فرمایا: خواب میں ایک سوار دیکھا، کہہ رہا ہے، لوگ چلتے ہیں اور اُن کی قضائیں اُن کی طرف چل رہی ہیں۔ میں سمجھا کہ ہمیں ہمارے قتل کی خبر دی جاتی ہے۔

حضرتِ عابد نے کہا: اللہ آپ کو کوئی برائی نہ دکھائے کیا ہم حق پر نہیں۔

فرمایا: ضرور ہیں۔

---

(۱) المرجع السابق، ص ۳۰۹۔

عرض کی: جب ہم حق پر جان دیتے اور قربان ہوتے ہیں، تو کیا پرواہ ہے۔

فرمایا: اللہ تم کو اُن سب جزاؤں سے بہتر جزا دے جو کسی بیٹے کو کسی باپ کی طرف سے ملے۔ (۱)

جب نینوٰی پہنچے تو ایک سوار کوفے سے آتا ملا، اس نے حُر کو ابن زیاد کا خط دیا، لکھا تھا حسین پر سختی کر، جہاں اُتریں میدان میں اُتریں، پانی سے دُور ٹھہریں، یہ قاصد برابر تیرے ساتھ رہے گا یہاں تک کہ مجھے خبر دے کہ تو نے میرے حکم کی کیا تعمیل کی۔ حر نے خط پڑھ کر امام سے گزارش کی کہ مجھے یہ حکم آیا ہے میں اس کا خلاف نہیں کرسکتا کہ یہ قاصد مجھ پر جاسوس بنا کر بھیجا گیا ہے۔

زہیر بن قین نے عرض کی: خدا کی قسم اس کے بعد جو کچھ آئے گا وہ اس سے سخت تر ہوگا اس گروہ کا قتال ہمیں آئندہ آنے والوں کے قتال سے آسان ہے۔

ارشاد ہوا ہم ابتدا نہ کریں گے۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ آفتاب غروب ہو گیا اور محرم کی دوسری رات کا چاند اپنی ہلکی ہلکی روشنی دکھانے لگا، دونوں لشکر علیحدہ علیحدہ ٹھہرے۔ (۲)

اب مشرقی کناروں سے اندھیرا بڑھتا آتا ہے اور بزمِ فلک کی شمعیں روشن ہوتی جاتی ہیں، فضائے عالم کے سیاح اور خدا کی آزاد مخلوق پرند چہچہا چہچہا کر خاموش ہو گئے ہیں، زمانے کی رفتار بتانے والی گھڑی اور عمروں کا حساب سمجھانے والی جنتری اسلامی سن کی تقویم جسے قدرت کے زبردست ہاتھ نے عرجونِ قدیم کی حد تک پہنچا دیا ہے، کچھ اپنی دلکش ادائیں دکھا کر رُوپوش ہوگئی، تاریکیوں کا رنگ اب اور بھی گہرا ہو گیا ہے۔

نگاہیں جو تقریباً دو گھنٹے پہلے دنیا کی وسیع آبادی میں دُور کی چیزوں کو بہ اطمینان تمام دیکھتی اور پرکھ سکتی تھیں، اب یہ تھوڑے فاصلہ پر بھی کام دینے میں اُلجھتی بلکہ ناکام رہ جاتی ہیں اور اگر کچھ نظر بھی آجاتا ہے تو رات کی سیاہ چلمن اسے صاف معلوم ہونے سے روکتی ہے۔ وقت کے زیادہ گزرنے اور بول چال کے موقوف ہو جانے نے سناٹا پیدا کر دیا ہے، رات اور بھی بھیانک ہوگئی ہے۔ شب بیدار ستاروں کی آنکھیں جھکی پڑتی ہیں، سونے والے لمبیاں تانے سو رہے ہیں، نیند کا جادو زمانے پر چل گیا ہے۔

---

(۱) المرجع السابق، ص ۳۱۱۔
(۲) المرجع السابق ص ۳۱۱۔

حر کے لشکر سے نفیر خواب بلند ہوئی ہے، امام جنت مقام جنھوں نے اتنی رات اسی موقع کے انتظار میں جاگ جاگ کر گزاری ہے، کوچ کی تیاریاں فرما رہے ہیں، اسباب جو شام سے بندھا رکھا تھا بار کیا گیا اور عورتوں بچوں کو سوار کرایا گیا ہے۔ اب یہ مقدس قافلہ اندھیری رات میں فقط اس آسرے پر روانہ ہوگیا ہے کہ رات زیادہ ہے، دشمن سوتے رہیں گے اور ہم ان سے صبح ہونے تک بہت دُور نکل جائیں گے، باقی رات چلتے اور سواریوں کو تیز چلاتے گزری۔

اب تقدیر کی خوبیاں دیکھیے کہ مظلوموں کو صبح ہوتی ہے تو کہاں، کربلا کے میدان میں۔

یہ محرم ۶۱ ھ کی دوسری تاریخ اور پنج شنبہ کا دن ہے۔ عمرو بن سعد اپنا لشکر لے کر امام کے مقابلے پر آ گیا ہے، اس بد بخت کو ابن زیاد بدنہاد نے کفار دیلم کے جہاد پر مقرر کیا۔ اور فتح کے صلے میں حکومت رَے کا فرمان لکھ دیا تھا۔ امام مظلوم کی خبر پائی، بدنصیب کی نیت بدی پر آئی، بلا کر کہا کہ ادھر کا قصد ملتوی رکھ، پہلے حسین سے مقابل ہو، فارغ ہو کر ادھر جانا۔ کہا مجھے معاف کرو۔ کہا بہتر! مگر اس شرط پر کہ ہمارا نوشتہ واپس دے۔ اس نے ایک دن کی مہلت مانگ کر احباب سے مشورہ کیا، سب نے ممانعت کی اور اس کے بھانجے حمزہ بن مغیرہ بن شعبہ نے کہا:

'اے ماموں میں تجھے خدا کی قسم دیتا ہوں کہ حسین سے مقابلہ کر کے گناہ گار نہ ہوگا، اللہ کی قسم اگر ساری دنیا تیری سلطنت میں ہو تو اُسے چھوڑنا اس سے آسان ہے کہ تو خدا سے حسین کا قاتل ہو کر ملے۔

کہا: نہ جاؤں گا: مگر ناپاک دل میں تردّد رہا، رات کو آواز آئی، کوئی کہتا ہے:

أَأَتْرُكُ مُلْكَ الرَّيِّ وَالرَّيُّ رَغْبَةٌ ☆ أَمْ أَرْجِعُ مَذْمُوماً بِقَتْلِ حُسَيْنٍ

وَفِيْ قَتْلِهِ النَّارُ الَّتِيْ لَيْسَ دُوْنَهَا ☆ حِجَابٌ وَ مُلْكُ الرَّيِّ قُرَّةُ عَيْنٍ

کہا 'رَے' کی حکومت چھوڑ دوں اور وہ بڑی مرغوب چیز ہے یا قتل حسین کی مذمت گوارا کروں۔ اور اُن کے قتل میں وہ آگ ہے جس کی روک تھیں اور 'رَے' کی سلطنت آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔(۱)

---

(۱) المرجع السابق، ص۳۱۲۔

آخر قتلِ امامِ مظلوم ہی پر رائے قرار پائی۔ بے دین نے اَلدِّیْنُ مَزْرَعَۃُ الدُّنْیَا(۱) کی ٹھہرائی۔

فرات کے گھاٹوں پر پانسو(500) سوار بھیج کر، ساقیِ کوثر کے بیٹے پر پانی بند کیا۔ ایک رات امام نے بلا بھیجا، دونوں لشکروں کے بیچ میں حاضر آیا۔ دیر تک باتیں رہیں، امام نے سمجھایا کہ اہلِ باطل کا ساتھ چھوڑ۔ کہا: میرا گھر ڈھایا جائے گا۔

فرمایا: اس سے بہتر بنوا دوں گا۔ کہا: میری جائیداد چھن جائے گی۔

ارشاد ہوا: اس سے اچھی عطا فرماؤں گا۔(۲)

تین چار راتیں یہی باتیں رہیں، جن کا اثر اس قدر رہا کہ ابن سعد نے ایک صلح آمیز خط ابن زیاد کو لکھا کہ حسین چاہتے ہیں یا تو مجھے واپس جانے دو، یا یزید کے پاس لے چلو، یا کسی اسلامی سرحد پر چلا جاؤں، اس میں تمہاری مراد حاصل ہے۔

حالانکہ امام نے یزید پلید کے پاس جانے کو ہرگز نہ فرمایا تھا۔

ابن زیاد نے خط پڑھ کر کہا: بہتر ہے۔

شمر ذی الجوشن خبیث بولا: کیا یہ باتیں مانے لیتا ہے، خدا کی قسم! اگر حسین بے تیری اطاعت کیے چلے گئے تو ان کے لیے عزت وقوت ہوگی، اور تیرے واسطے ضعف وذلت، یوں نہیں بلکہ تیرے حکم سے جائیں، اگر تو سزا دے تو مالک ہے اور اگر معاف کرے تو تیرا احسان ہے، میں نے سنا ہے کہ حسین اور ابن سعد میں رات رات بھر باتیں ہوتی ہیں۔

ابن زیاد نے کہا: تیری رائے مناسب ہے، تو میرا خط ابن سعد کے پاس لے جا، اگر وہ مان لے تو اس کی اطاعت کرنا ورنہ تو سردارِ لشکر ہے، اور ابن سعد کا سر کاٹ کر میرے پاس بھیج دینا۔

پھر ابن سعد کو لکھا کہ میں نے تجھے حسین کی طرف اس لیے بھیجا تھا کہ تو اُن سے دست کش ہو یا اُمید دلائے اور ڈھیل دے یا اُن کا سفارشی بنے، دیکھ حسین سے میری فرمانبرداری کے لیے کہہ، اگر مان لیں تو مطیع بنا کر یہاں بھیج دے؛ ورنہ اُنھیں اور اُن کے ساتھیوں کو قتل کر، اگر تو ہمارا حکم مانے گا تو تجھے فرماں برداری کا اِنعام ملے گا؛ ورنہ ہمارا لشکر شمر کے لیے چھوڑ دے۔

---

(۱) دین دنیا کی کھیتی ہے۔

(۲) المرجع السابق، ص ۲۱۳۔

جب شمر نے خط لیا تو عبداللہ ابن ابی المحل بن حزام اس کے ساتھ تھا، اس کی پھوپھی ام البنین بنت حزام مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی زوجہ اور پسران مولیٰ علی، حضرت عباس وعثمان وعبداللہ وجعفر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) کی والدہ تھیں، اس نے ابن زیاد سے اپنے ان پھوپھی زاد بھائیوں کے لیے امان مانگی، اس نے لکھ دی۔ وہ خط اس نے ان صاحبوں کے پاس بھیجا، انہوں نے فرمایا:

'ہمیں تمہاری امان کی حاجت نہیں، ابن سمیہ کی امان سے اللہ تعالیٰ کی امان بہتر ہے'۔(۱)

جب شمر نے ابن سعد کو ابن زیاد بدنہاد کا خط دیا، اُس نے کہا:

'تیرا برا ہو، میرا خیال ہے کہ تو نے ابن زیاد کو میری تحریر پر عمل کرنے سے پھیر کر کام بگاڑ دیا، مجھے صلح ہو جانے کی پوری اُمید تھی، حسین تو ہرگز اطاعت کو قبول کریں گے ہی نہیں، خدا کی قسم! اُن کے باپ کا دل اُن کے پہلو میں رکھا ہوا ہے'۔

شمر نے کہا: اب تو کیا کرنا چاہتا ہے؟۔ بولا: جو ابن زیاد نے لکھا۔

شمر نے عباس اور اُن کے حقیقی بھائیوں کو بلا کر کہا:

اے بھانجو! تمہیں امان ہے۔

وہ بولے: 'اللہ کی لعنت تجھ پر اور تیری امان پر، ماموں بن کر ہمیں امان دیتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے بیٹے کو امان نہیں'۔

یہ پنجشنبہ کی شام اور محرم ۶۱ ہجری کی نویں تاریخ ہے، اس وقت سردار جوانان جنت کے مقابلہ میں جہنمی لشکر کو جنبش دی گئی ہے، اور وہ مئے شہادت کا متوالا، حیدری کچھار کا شیر، خیمۂ اطہر کے سامنے تیغ بکف جلوہ فرما ہے۔ آنکھ لگ گئی ہے، خواب میں اپنے جدِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو دیکھا ہے کہ اپنے لختِ جگر کے سینہ پر دستِ اقدس رکھے فرما رہے ہیں:

اَللّٰھُمَّ اَعْطِ الْحُسَیْنَ صَبْراً وَّاَجْراً۔

الٰہی حسین کو صبر واجر عطا کر۔

---

(۱) المرجع السابق، ص۳۱۴۔

(۲) المرجع السابق، ص۳۱۴۔

اور اِرشاد ہوتا ہے کہ اب تم قریب ہم سے ملا چاہتے ہو اور اپنا روزہ ہمارے پاس آ کر افطار کیا چاہتے ہو۔ جوشِ مسرت میں امام کی آنکھ کھل گئی، ملاحظہ فرمایا کہ دشمن حملہ آوری کا قصد کر رہے ہیں، جمعہ کے خیال اور پسماندوں کو وصیت کرنے کی غرض سے امام نے ایک رات کی مہلت چاہی۔ ابن سعد نے مشورہ لیا۔ عمرو بن حجاج زبیدی نے کہا: اگر دیلم کے کافر بھی تم سے ایک رات کی مہلت مانگتے تو دینی چاہیے تھی، غرض مہلت دی گئی۔(۱)

یہاں یہ کارروائی ہوئی کہ سب خیمے ایک دوسرے کے قریب کر دیے گئے، طنابوں میں طنابیں ملا دیں، خیموں کے پیچھے خندق کھود کر نرکل وغیرہ خشک لکڑیوں سے بھر دی۔ اب مسلمان ان کاموں سے فارغ ہو کر امام کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور امام اپنے اہل اور ساتھیوں سے فرما رہے ہیں :

'صبح ہمیں دشمنوں سے ملنا ہے، میں نے بخوشی تمام تم سب کو اجازت دی، ابھی رات باقی ہے جہاں جگہ پاؤ چلے جاؤ اور ایک ایک شخص میرے اہل بیت سے ایک ایک کو ساتھ لے جاؤ، اللہ تم سب کو جزائے خیر دے، دیہات و بلاد میں متفرق ہو جاؤ یہاں تک کہ اللہ بلا ٹالے، دشمن جب مجھے پائیں گے، تمہارا پیچھا نہ کریں گے'۔

یہ سن کر امام کے بھائیوں، صاحبزادوں، بھتیجوں اور عبداللہ بن جعفر کے بیٹوں نے عرض کی :

'یہ ہم کس لیے کریں، اس لیے کہ آپ کے بعد زندہ رہیں، اللہ ہمیں وہ منحوس دن نہ دکھائے کہ آپ نہ ہوں اور ہم باقی ہوں'۔

مسلم شہید کے بھائیوں سے فرمایا گیا :

'تمہیں مسلم ہی کا قتل ہونا کافی ہے۔ میں اجازت دیتا ہوں، تم چلے جاؤ'۔

عرض کی: 'اور ہم لوگوں سے جا کر کیا کہیں، یہ کہیں کہ اپنے سردار، اپنے آقا، اپنے سب سے بہتر بھائی کو دشمنوں کے نرغے میں چھوڑ آئے ہیں، نہ ان کے ساتھ تیر پھینکا، نہ نیزہ مارا، نہ تلوار چلائی اور ہمیں خبر نہیں کہ ہمارے چلے آنے کے بعد ان پر کیا گزری'۔ خدا کی قسم! ہم ہرگز ایسا نہ کریں گے بلکہ اپنی جانیں، اپنے بال بچے تمہارے

---

(۱) المرجع السابق، ص ۳۱۵۔

قدموں پر فدا کر دیں گے، تم پر قربان ہو کر مر جائیں گے اللہ اُس زندگی کا برا کرے جو تمہارے بعد ہو۔

خوشا حالے کہ گردم گردِ کویت
رخے برخوں گریباں پارہ پارہ☆

مسلم بن عوسجہ اسدی نے عرض کی: کیا ہم حضور کو چھوڑ کر چلے جائیں اور ابھی ہم نے حضور کا کوئی حق اَدا کر کے اللہ کے سامنے معذرت کی جگہ نہ پیدا کی، خدا کی قسم! میں تو آپ کا ساتھ نہ چھوڑوں گا، یہاں تک کہ اپنا نیزہ دشمنوں کے سینے میں توڑ دوں اور جب تک تلوار میرے ہاتھ میں رہے، وار کیے جاؤں، خدا گواہ ہے اگر میرے پاس ہتھیار بھی نہ ہوتے تو میں پتھر مارتا، یہاں تک کہ آپ کے ساتھ مارا جاتا۔(۲)

اسی طرح اور سب ساتھیوں نے بھی گزارش کی۔

اللہ عزوجل ان سب کو جزائے خیر دے، اور جنات الفردوس میں امام عالی مقام کا ساتھ اور اُن کے جد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا سایہ عطا فرمائے، اور دنیا وآخرت وقبر وحشر میں ہمیں ان کے برکات سے بہرہ مندی بخشے۔ اٰمین اٰمین یاارحم الراحمین۔

اسی رات میں امام نے کچھ ایسے شعر پڑھے جن کا مضمون حسرت و بے کسی کی تصویر آنکھوں کے سامنے کھینچ دے:

'زمانہ صبح وشام خدا جانے کتنے دوستوں اور عزیزوں کو قتل کرتا ہے اور جسے قتل کرنا چاہتا ہے اس کے بدلے میں دوسرے پر راضی نہیں ہوتا'۔

ہونے والے واقعے کی خبر دینے والی دل خراش آواز حضرت زینب (رضی اللہ عنہا) کے کان میں پہنچی، صبر نہ ہو سکا بے تاب ہو کر چلاتی ہوئی دوڑیں:

---

(۱) یعنی وہ سماں بہت اچھا ہوگا جب میں تیرے کوچے کے اردگرد پھروں گا اس حالت میں کہ میرا چہرہ خون آلودہ اور گریبان ٹکڑے ٹکڑے ہوگا۔

(۲) المرجع السابق، ص ۳۱۵۔

’کاش اس دن سے پہلے مجھے موت آ گئی ہوتی......، آج میری ماں فاطمہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کا انتقال ہوتا ہے...... آج میرے باپ علی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) دنیا سے گزرتے ہیں...... آج میرے بھائی حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا جنازہ نکلتا ہے......اے حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)......اے گزرے ہوؤں کی نشانی...... اور پسماندوں کی جائے پناہ......‘

پھر غش کھا کر گر پڑیں۔

اللہ اکبر! آج مالک کوثر کے گھر میں اتنا پانی بھی نہیں کہ بے ہوش بہن کے منہ پر چھڑکا جائے۔

جب ہوش آیا تو فرمایا:

’اے بہن! اللہ سے ڈرو اور صبر کرو، جان لو سب زمین والوں کو مرنا اور سب آسمان والوں کو گزرنا ہے، اللہ کے سوا سب کو فنا ہے، میرے باپ، میری ماں، میرے بھائی مجھ سے بہتر تھے۔ ہر مسلمان کو رسول اللہ ﷺ کی راہ چلنی چاہیے۔(۱)

اب قیامت قائم ہوتی ہے

بہاروں پر ہیں آج آرائشیں گلزارِ جنت کی
سواری آنے والی ہے شہیدانِ محبت کی

کھلے ہیں گل بہاروں پر ہے پھلواری جراحت کی
فضا ہر زخم کی دامن سے وابستہ ہے جنت کی

گلا کٹوا کے بیڑی کاٹنے آئے ہیں اُمت کی
کوئی تقدیر تو دیکھے اسیرانِ محبت کی

شہیدِ ناز کی تفریح زخموں سے نہ کیوں کر ہو
ہوائیں آتی ہیں ان کھڑکیوں سے باغِ جنت کی

---

(۱) المرجع السابق، ص۲۱۶، ملخصاً۔

کرم والوں نے دَر کھولا تو رحمت نے سماں باندھا
کمر باندھی تو قسمت کھول دی فضل شہادت کی

علی کے پیارے خاتونِ قیامت کے جگر پارے
زمیں سے آسماں تک دُھوم ہے ان کی سیادت کی

زمین کربلا پر آج مجمع ہے حسینوں کا
جمی ہے انجمن روشن ہیں شمعیں نور وظلمت کی

یہ وہ شمعیں نہیں جو پھونک دیں اپنے فدائی کو
یہ وہ شمعیں نہیں رو کر جو کاٹیں رات آفت کی

یہ وہ شمعیں ہیں جن سے جانِ تازہ پائیں پروانے
یہ وہ شمعیں ہیں جو ہنس کر گزاریں شب مصیبت کی

یہ وہ شمعیں نہیں جن سے فقط اک گھر منور ہو
یہ وہ شمعیں ہیں جن سے رُوح ہو کافور ظلمت کی

دلِ حور و ملائک رہ گیا حیرت زدہ ہو کر
کہ بزمِ گل رُخاں میں لے بلائیں کس کی صورت کی

جدا ہوتی ہیں جانیں جسم سے جاناں سے ملتے ہیں
ہوئی ہے کربلا میں گرم مجلس وصل وفرقت کی

اسی منظر پہ ہر جانب سے لاکھوں کی نگاہیں ہیں
اسی عالم کو آنکھیں تک رہی ہیں ساری خلقت کی

ہوا چھڑکاؤ پانی کی جگہ اشکِ یتیماں سے
بجائے فرش آنکھیں بچھ گئیں اہلِ بصیرت کی

ہوائے یار نے پنکھے بنائے پر فرشتوں کے
سبیلیں رکھی ہیں دیدار نے خود اپنے شربت کی

اُدھر افلاک سے لائے فرشتے ہار رحمت کے
ادھر ساغر لیے حوریں چلی آتی ہیں جنت کی

سجے ہیں زخم کے پھولوں سے وہ رنگین گلدستے
بہار خوشنمائی پر ہے صدقے رُوح جنت کی

ہوائیں گلشن فردوس سے بس بس کر آتی ہیں
نرالی عطر میں ڈوبی ہوئی ہے رُوح نکہت کی

دلِ پُر سوز کے سُلگنے اگر سوز ایسی حرکت سے
کہ پہنچی عرش و طیبہ تک لپٹ سوزِ محبت کی

ادھر چلمن اُٹھی حسنِ ازل کے پاک جلووں سے
ادھر چمکی تجلی بدرِ تابانِ رسالت کی

زمین کربلا پر آج ایسا حشر برپا ہے
کہ کھنچ کھنچ کر مٹی جاتی ہیں تصویریں قیامت کی

گھٹائیں مصطفیٰ کے چاند پر گھر گھر کر آئی ہیں
سیہ کارانِ اُمت تیرہ بختانِ شقاوت کی

یہ کس کے خون کے پیاسے ہیں اُس کے خون کے پیاسے
بجھے گی پیاس جس سے تشنہ کامانِ قیامت کی

اکیلے پر ہزاروں کے ہزاروں وار چلتے ہیں
مٹا دی دین کے ہمراہ عزت شرم و غیرت کی

مگر شیر خدا کا شیر جب بپھرا غضب آیا
پرے ٹوٹے نظر آنے لگی صورت ہزیمت کی

کہا یہ بوسہ دے کر ہاتھ پر جوشِ دلیری نے
بہادر آج سے کھائیں گے قسمیں اس شجاعت کی

تصدق ہو گئی جانِ شجاعت سچے تیور کے
فدا شیرانہ حملوں کی ادا پر رُوح جرأت کی

نہ ہوتے گر حسین ابن علی اس پیاس کے بھوکے
نکل آتی زمین کربلا سے نہر جنت کی

مگر مقصود تھا پیاسا گلا ہی اُن کو کٹوانا
کہ خواہش پیاس سے بڑھتی رہے رُویت کے شربت کی

شہید ناز رکھ دیتا ہے گردن آپ خنجر پر
جو موجیں باڑ پر آ جاتی ہیں دریائے اُلفت کی

یہ وقتِ زخم نکلا خوں اچھل کر جسمِ اطہر سے
کہ روشن ہو گئی مشعل شبستانِ محبت کی

سر بے تن تن آسانی کو شہر طیبہ میں پہنچا
تنِ بے سر کو سرداری ملی مُلکِ شہادت کی

حسن سُنّی ہے پھر افراط و تفریط اس سے کیوں کر ہو
اَدب کے ساتھ رہتی ہے روش اربابِ سُنت کی

روز عاشورا کی صبح جانگزا آتی اور جمعے کی سحر محشر زا منہ دکھاتی ہے۔ امام عرش مقام خیمۂ اطہر سے برآمد ہو کر اپنے بہتر (72) ساتھیوں، بتیس (32) سواروں، چالیس (40) پیادوں کا لشکر ترتیب دے رہے ہیں۔

داہنے بازو پر زہیر بن قین، بائیں پر حبیب بن مظہر سردار بنائے گئے اور نشان برداری پر حضرت عباس مقرر فرمائے گئے ہیں، اور حکم دیا گیا ہے کہ خندق کی لکڑیوں میں آگ دے دی جائے کہ دشمن ادھر سے راہ نہ پائیں۔

اس انتظام کے بعد امام جنت مقام تہیۂ شہادت کے واسطے پاکی لینے تشریف لے گئے۔ عبدالرحمٰن بن عبدربہ، یزید بن حصین ہمدانی خیمے کے دروازے پر منتظر ہیں کہ بعد فراغ امام خود بھی یہ

سنت اَدا کریں۔ابن حصین نے عبدالرحمٰن سے کچھ ہنسی کی بات کہی ،وہ بولے یہ ہنسی کا کیا موقع ہے۔

کہا: خدا گواہ ہے میری قوم بھر کو معلوم ہے کہ جوانی میں بھی کبھی میری ہنسی کی عادت نہ تھی ،اس وقت میں اس چیز کے سبب سے خوش ہو رہا ہوں جو بھی ملا چاہتی ہے۔تم اس لشکر کو دیکھتے ہو جو ہمارے مقابلہ کے لیے تلا کھڑا ہے،خدا کی قسم ہم میں اور حوروں کی ملاقات میں اتنی ہی دیر باقی ہے کہ یہ تلواریں لے کر ہم پر جھک پڑیں۔

امام جنت مقام باہر تشریف لائے،اور ناقہ پر سوار ہو کر اتمامِ حجت کے لیے اُشقیا کی طرف تشریف لے گئے،قریب پہنچ کر فرمایا :

’لوگو میری بات غور سے سنو اور جلدی نہ کرو،اگر تم انصاف کرو تو سعادت پاؤ؛ ورنہ اپنے ساتھیوں کو جمع کرو اور جو کرنا ہے کر گزرو،میں مہلت نہیں چاہتا،میرا اللہ جس نے قرآن اُتارا،اور جو نیکوں کو دوست رکھتا ہے میرا کارساز ہے‘۔

امام کی یہ آواز اُن کی بہنوں کے کان تک پہنچی بے اختیار ہو کر رونے لگیں۔امام نے حضرت عباس اور امام زین العابدین کو خاموش کرنے کے لیے بھیج کر فرمایا: خدا کی قسم! انھیں بہت رونا ہے۔پھر اشقیا کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے :

’ذرا میرا نسب تو بیان کرو اور سوچو تو میں کون ہوں؟‘۔

اپنے گریبان میں منہ ڈالو،کیا میرا قتل تمہیں روا ہو سکتا ہے؟۔میری بے حرمتی تم کو حلال ہو سکتی ہے؟۔کیا میں تمہارے نبی کا نواسہ نہیں؟۔کیا تم نے نہ سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے اور میرے بھائی کو فرمایا:تم دونوں جوانانِ اہل جنت کے سردار ہو،کیا اتنی بات تمہیں میری خوں ریزی سے روکنے کے لیے کافی نہیں!‘۔

شمر مردک نے کہا: ہم نہیں جانتے تم کیا کہہ رہے ہو۔

حبیب بن مظہر نے فرمایا: اللہ نے تیرے دل پر مہر کردی تو کچھ نہیں جانتا۔

پھر امام مظلوم نے فرمایا:

’خدا کی قسم میرے سوا روئے زمین پر کسی نبی کا کوئی نواسہ باقی نہیں۔بتاؤ تو میں نے تمہارا کوئی آدمی مارا یا مال لوٹا یا کسی کو زخمی کیا آخر مجھ سے کس بات کا بدلہ چاہتے ہو‘۔

کوئی جواب وہ نہ ہوا تو نام لے کر فرمایا: اے شبث بن ربعی! ...... اے حجاز بن ابجر! ...... اے قیس بن اشعث! ...... اے زید بن حارث! ...... کیا تم نے مجھے خطوط نہ لکھے۔

وہ خبیث صاف مکر گئے۔ فرمایا: ضرور لکھے۔

پھر ارشاد ہوا: اے لوگو! اگر تم مجھے ناپسند رکھتے ہو تو واپس جانے دو۔

اس پر بھی کوئی راضی نہ ہوا۔

پھر فرمایا: میں اپنے اور تمہارے رب کی پناہ مانگتا ہوں اس امر سے کہ مجھے سنگسار کرو اور پناہ مانگتا ہوں اُس مغرور سے جو قیامت کے دن پر ایمان نہ لائے۔

یہ فرما کر ناقہ شریف سے اُتر آئے۔

زہیر بن قین ہتھیار لگائے گھوڑے پر سوار آگے بڑھے اور کہنے لگے :

'اے اہل کوفہ! عذاب الٰہی جلد آتا ہے۔ مسلمان کا مسلمان پر حق ہے کہ نصیحت کرے، ہم تم ابھی دینی بھائی ہیں، جب تلوار اُٹھے گی تم الگ گروہ ہو گے ہم الگ'۔ ہمیں تمہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کی اولاد کے بارے میں آزمایا ہے کہ ہم تم ان کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں۔ میں تمہیں امام حسین کی مدد کے لیے بلاتا اور سرکش ابن سرکش ابن زیاد کی اطاعت سے روکنا چاہتا ہوں، تم اس سے ظلم وستم کے سوا کچھ نہ دیکھو گے'۔

کوفیوں نے کہا: جب تک تمہیں اور تمہارے سردار کو قتل نہ کرلیں یا مطیع بنا کر ابن زیاد کے پاس نہ بھیج دیں ہم یہاں سے نہ ٹلیں گے۔

زہیر نے فرمایا: خدا کی قسم! فاطمہ کے بیٹے، سمیہ کے بیٹے سے زیادہ مستحق محبت ونصرت ہیں، اگر تم ان کی مدد نہ کرو تو ان کے قتل کے بھی درپے نہ ہو۔

اس پر شمر مردود نے ایک تیر مار کر کہا: چپ بہت دیر سے تو نے ہمارا سر کھایا ہے۔

زہیر نے فرمایا: او ایڑیوں پر موتنے والے گنوار کے بچے! میں تجھ سے بات نہیں کرتا، تو نرا جانور ہے، میرے خیال میں تجھے قرآن کی دو آیتیں بھی نہیں آتیں، تجھے قیامت کے دن دردناک عذاب اور رُسوائی کا مژدہ ہو۔

شمر بولا: کوئی گھڑی جاتی کہ تو اور تیرا سردار قتل کیا جاتا ہے۔

فرمایا: کیا مجھے موت سے ڈراتا ہے، خدا کی قسم! اُن کے قدموں پر مرنا تم لوگوں کے ساتھ ہمیشہ جینے سے پسند ہے۔ پھر بلند آواز سے کہنے لگے :

'اے لوگو! یہ بے ادب اُجڈ فریب دیتا اور دین حق سے بے خبر کرنا چاہتا ہے، جو لوگ اہل بیت یا اُن کے ساتھیوں کو قتل کریں گے، خدا کی قسم! محمد ﷺ کی شفاعت اُنھیں نہ پہنچے گی'۔

امامِ عالی مقام نے واپس بلایا۔(۱)

اب شقی ابن سعد نے اپنے ناپاک لشکر کو امامِ مظلوم کی طرف حرکت دی۔ حر نے کہا: تجھے اللہ کی مار، کیا تو ان سے لڑے گا۔ کہا: لڑوں گا اور ایسی لڑائی لڑوں گا جس کا ادنیٰ درجہ سروں کا اُڑنا اور ہاتھوں کا گرنا ہے۔ کہا: وہ تین باتیں جو اُنہوں نے پیش کی تھیں تجھے منظور نہیں۔ کہا: میرا اختیار ہوتا تو مان لیتا۔(۲)

حر مجبورانہ لشکر کے ساتھ امام کی طرف بڑھے؛ مگر یوں کہ بدن کانپ رہا ہے اور پہلو میں دل کے پھڑکنے کی آواز بغل والے سن رہے ہیں۔ یہ حالت دیکھ کر اُن کے ایک ہم قوم نے کہا :

'تمہارا یہ کام شبہ میں ڈالتا ہے، میں نے کسی لڑائی میں تمہاری یہ کیفیت نہ دیکھی، مجھ سے اگر کوئی پوچھتا ہے کہ تمام اہل کوفہ میں بہادر کون ہے، تو میں تمہارا ہی نام لیتا ہوں'۔

بولے: میں سوچتا ہوں کہ ایک طرف جنت کے خوش رنگ پھول کھلے ہیں، اور ایک جانب جہنم کے بھڑکتے ہوئے شعلے بلند ہو رہے ہیں، اور میں اگر پرزے پرزے کر کے جلا دیا جاؤں تو جنت چھوڑنا گوارا نہ کروں گا۔

یہ کہہ کر گھوڑے کو ایڑ دی اور امام عالی مقام کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ پھر عرض کی: اللہ مجھے حضور پر قربان کرے، میں حضور کا وہی ساتھی ہوں جس نے حضور کو واپس جانے سے روکا، جس نے حضور کو حراست میں لیا، خدا کی قسم! مجھے یہ گمان نہ تھا کہ یہ بد بخت لوگ حضور کا اِرشاد قبول نہ کریں گے، اور یہاں تک نوبت پہنچائیں گے۔

---

(۱) المرجع السابق، ص ۳۱۷۔

(۲) الکامل فی التاریخ، انضمام الحر . . . الخ، ج ۳، ص ۴۲۰ ملخصاً۔

میں اپنے جی میں کہتا تھا خیر بعض باتیں ان کی کہی کرلوں کہ وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ ہماری اطاعت سے نکل گیا اور انجام کار تو وہ حضور کا ارشاد کچھ نہ کچھ مان ہی لیں گے، اور خدا کی قسم! مجھے یہ گمان ہو کہ یہ کچھ نہ مانیں گے تو مجھ سے اتنا بھی ہرگز واقع نہ ہو، اب میں تائب ہو کر حاضر آیا ہوں اور اپنی جان حضور پر قربان کرنی چاہتا ہوں، کیا میری توبہ حضور کے نزدیک مقبول ہو جائے گی؟۔

فرمایا: ہاں اللہ عزوجل توبہ قبول کرنے والا اور گناہ بخش دینے والا ہے۔

حر یہ مژدہ سن کر اپنی قوم کی طرف پلٹے اور فرمانے لگے، کیا وہ باتیں جو امام نے پیش کی تھیں منظور نہیں۔ ابن سعد نے کہا: ان کا ماننا میری قدرت سے باہر ہے۔

فرمایا: اے کوفیو! تمہاری مائیں بے اولادی ہوں۔ تمہاری ماؤں کو تمہارا رونا نصیب ہو۔ کیا تم نے امام کو دشمنوں کے ہاتھ میں دے دینے کے لیے بلایا تھا، کیا تم نے وعدہ نہ کیا تھا کہ اپنی جانیں اُن پر نثار کروگے، اور اب تمہیں اُن کے قتل پر آمادہ ہو، یہ بھی منظور نہیں کہ وہ اللہ کے کسی شہر میں چلے جائیں جہاں وہ اور اُن کے بال بچے امان پائیں، تم نے اُنھیں قیدی بے دست و پا بنا رکھا ہے، فرات کا بہتا پانی جسے خدا کے دشمن پی رہے ہیں اور گاؤں کے کتے سؤر جس میں لوٹ رہے ہیں۔ حسین (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور ان کے بچوں پر بند کیا گیا ہے۔ پیاس کی تکلیف نے اُنھیں زمین سے لگا دیا ہے۔ تم نے کیا برا معاملہ کیا ذریت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سے۔ اگر تم توبہ نہ کرو اور اپنی حرکتوں سے باز نہ آؤ تو اللہ تمہیں قیامت کے دن پیاسا رکھے۔(۱)

اس کے جواب میں ان خبیثوں نے حضرت حر پر پتھر پھینکنے شروع کیے، یہ واپس ہو کر امام کے آگے کھڑے ہو گئے، لشکر اشقیا سے زیادہ کا غلام یسار اور ابن زیاد کا غلام سالم میدان میں آئے اور اپنے مقابلہ کے لیے مبارز طلب کرنے لگے۔ حضرت عبداللہ ابن عمیر کلبی سامنے آئے، دونوں بولے ہم تمہیں نہیں جانتے، زہیر بن قین یا حبیب بن مظہر یا بریر بن حضیر کو ہمارے مقابلہ کے لیے بھیجو۔ حضرت عبداللہ نے یسار سے فرمایا:

'او بدکار عورت کے بچے! تو مجھ سے نہ لڑے گا تیری لڑائی کے لیے بڑے بڑے چاہئیں۔

---

(۱) المرجع السابق، ص ۳۲۱۔

یہ فرما کر ایک ہاتھ مارا وہ قتل ہوا، سالم نے آپ پر وار کیا بائیں ہاتھ سے روکا، انگلیاں اُڑ گئیں، داہنے سے وار کیا، وہ بھی مارا گیا۔

یہ عبداللہ کوفے سے امام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، اور ان کی بی بی اُم وہب ان کے ساتھ تھیں۔ وہ خیمے کی چوب لے کر جہاد کے لیے چلیں اور اپنے شوہر سے کہا: میرے ماں باپ تیرے قربان قتال کر ان ستھرے پاکیزہ نبی زادوں کے لیے۔

کہا: تم عورتوں میں جاؤ، نہ مانا اور کہا: تمہارے ساتھ مروں گی۔ آخر حضرت امام نے آواز دی کہ اے بی بی اللہ تجھ پر رحمت کرے، پلٹ آ کہ جہاد عورتوں پر فرض نہیں۔ واپس آئیں، پھر ابن سعد کے میمنہ سے عمرو بن الحجاج اپنے سوار لے کر آگے بڑھا، امام کے ساتھیوں نے گھٹنوں کے بل جھک کر نیزے سامنے کیے، گھوڑے نیزوں کی سنانوں پر نہ بڑھ سکے، پیچھے پلٹے تو ادھر سے تیر چلائے گئے۔ وہ کتنے ہی زخمی ہوئے، کتنے ہی مارے گئے۔

ایک مردک ابن حوزہ نے پوچھا کیا تم میں حسین ہیں؟ کسی نے جواب نہ دیا، تین بار پوچھا، لوگوں نے کہا: تیرا کیا کام ہے؟ بولا اے حسین! تمہیں آگ کی بشارت ہو۔

فرمایا: تو جھوٹا ہے، میں اپنے مہربان رب کے پاس جاؤں گا۔ پھر اس کا نام پوچھا۔ کہا: ابن حوزہ۔ دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ حُذْہُ اِلَی النَّارِ .

الٰہی! اسے آگ کی طرف سمیٹ۔

یہ سن کر وہ مردود غضب ناک ہوا، حضور کی طرف گھوڑا چمکایا۔ قدرتِ خدا کہ گھوڑا بھڑکا اور یہ پھسلا، ایک پاؤں رکاب میں اُلجھ کر رہ گیا، اب گھوڑا اُڑا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اس مردود کی ران اور پنڈلی ٹوٹی، سر پتھروں سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو گیا، آخر اسی حال میں واصل جہنم ہوا۔

مسروق بن وائل حضرمی، امامِ مظلوم کے سر مبارک لینے کی تمنا میں آیا تھا۔ ابن حوزہ کا یہ حال دیکھ کر کہنے لگا، خدا کی قسم! میں تو اہل بیت سے کبھی نہ لڑوں گا، پھر یزید بن معقل، حضرت بریر سے کہنے لگا، خدا نے تمہارے ساتھ کیا کیا فرمایا، اچھا کیا۔ کہا: تم نے جھوٹ کہا اور میں تم کو آج سے پہلے جھوٹا نہ جانتا تھا، میں گواہی دیتا ہوں کہ تم گمراہ ہو۔

فرمایا: تو آؤ ہم تم مباہلہ کرلیں کہ اللہ جھوٹے پر لعنت کرے اور جھوٹا سچے کے ہاتھ سے قتل ہو۔ وہ راضی ہوگیا۔ مباہلہ کے بعد ابن معقل نے تلوار چھوڑی، خالی گئی، حضرت بریر نے وار کیا، خود کاٹتا ہوا بھیجا چاٹ گیا۔ یہ دیکھ کر رضی بن منقذ عبدی دوڑا اور حضرت بریر سے لپٹ گیا، کشتی ہونے لگی، حضرت بریر نے دے مارا اور اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے، پیچھے سے کعب بن جابر ازدی نے نیزہ مارا کہ پشت مبارک میں غائب ہوگیا، نیزہ کھا کر رضی کے سینے سے اُترے اور اس مردک کی ناک دانتوں سے کاٹ لی، کعب نے تلوار ماری کہ شہید ہوئے، جب کعب پلٹا، اس کی عورت نے کہا: میں تجھ سے کبھی بات نہ کروں گی، تو نے فاطمہ کے بیٹے کے ہوتے دشمن کو مدد دی اور عالموں کے سردار بریر کو شہید کیا۔(۱)

پھر امام کی جانب سے عمرو بن قرظہ انصاری نکلے اور سخت لڑائی کے بعد شہید ہوئے۔ حضرت حر نے قتال شدید کیا۔ یزید بن سفیان ان کے سامنے آیا، انہوں نے اسے قتل فرمایا، نافع بن ہلال مرادی میدان میں آئے، مزاحم بن حرث ان کا مزاحم ہوا۔ مرادی با مراد نے اس نامرد نامراد کو قتل کیا، یہ حالت دیکھ کر عمرو بن الحجاج چلایا، اے لوگو! تم جانتے ہو کن سے لڑ رہے ہو تمہارے سامنے وہ بہادر ہیں جنہیں تو مرنے کا شوق ہے، ایک ایک ان سے میدان نہ کرو، وہ بہت کم ہیں، خدا کی قسم! تم سب مل کر پتھر ماروگے تو قتل کرلوگے۔

ابن سعد نے یہ رائے پسند کر کے لوگوں کو تنہا میدان کرنے سے روک دیا۔ پھر عمرو بن الحجاج نے فرات کی طرف سے حملہ کیا۔ اس حملے میں مسلم بن عوسجہ اسدی نے شہادت پائی۔ عمرو پلٹ گیا، ان میں ابھی رمق باقی تھی، حبیب بن مظہر نے کہا: تمہیں جنت کا مژدہ ہو، تمہارا گرنا مجھ پر شاق ہوا، میں ابھی عنقریب تم سے ملا چاہتا ہوں، مجھے کوئی وصیت کرو کہ اس پر عمل کروں۔

مسلم نے حضرت امام کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: ان پر قربان ہوجانا۔ حبیب نے کہا ایسا ہی ہوگا۔ پھر خبیث ابن سعد نے پانسو (500) تیر انداز ابن نمیر کے ساتھ جماعت امام پر بھیجے۔ اب تین دن کے پیاسوں پر تیروں کا مینہ برسنا شروع ہوگیا، امام کے ساتھی گھوڑوں سے اُتر کر پیادہ ہو لیے، اور یہ پیادہ ہونا اس مصلحت سے تھا کہ اس ناگہانی بلا سے کہ ایک ساتھ پانسو تیر چلّیوں سے

---

(۱) الکامل فی التاریخ، المعرکۃ، ج ۳، ص ۴۲۱ ملخصاً۔

نکل رہا ہے، گھبرا کر پاؤں نہ اُکھڑ جائیں، مارنا مرنا جو کچھ ہونا ہے یہیں ہو جائے۔ امام کو چھوڑ کر بھاگنے اور پیٹھ دکھانے کی راہ نہ رہے۔ حضرت حر سخت لڑائی لڑے، یہاں تک کہ دوپہر ہو گیا، ان پانسو نے ان تیس ساتھیوں پر کچھ قدرت نہ پائی۔

جب شقی ابن سعد نے یہ حال دیکھا کہ سامنے سے جانے کی طاقت نہیں، اس میدان کے داہنے بائیں کچھ مکان واقع تھے، ان میں لوگ بھیجے کہ جماعتِ امام پر داہنے بائیں سے بھی حملہ ہو سکے۔ امام مظلوم کے تین چار ساتھی پہلے سے بیٹھ رہے، جو کودا، مار لیا۔ ابن سعد نے جل کر کہا کہ مکانات میں آگ لگا دی جائے۔ امام نے فرمایا: جلا لینے دو، جب آگ لگ جائے گی تو ادھر سے حملہ کا اندیشہ نہ رہے گا۔(۱)

شمر مردود حملہ کر کے خیمۂ اطہر کے قریب پہنچا، اور جنت والوں کا خیمہ پھونکنے کو جہنمی نے آگ مانگی۔ اس کے ساتھی حمید بن مسلم نے کہا کہ خیمہ کو آگ دے کر عورتوں، بچوں کو قتل کرنا ہرگز مناسب نہیں۔ اس دوزخی نے نہ مانا۔ شیث بن ربعی کوفی نے کہ اس ناپاک لشکر کے سرداروں میں تھا، اس ناری کو آگ لگانے سے باز رکھا۔

اس عرصے میں حضرت زہیر بن قین دس صاحبوں کے ساتھ شمر مردود کے لشکر پر ایسی سختی سے حملہ آور ہوئے کہ ان بدبختوں کو بھاگتے اور پیٹھ دکھاتے ہی بن پڑی۔ اس حملے میں ابو عزہ مارا گیا۔ دشمنوں نے جمع ہو کر ان گیارہ پر پھر ہجوم کیا۔ ان میں سے جتنے مارے جاتے کثرت کی وجہ سے معلوم بھی نہ ہوتے، اور ان کا ایک بھی شہید ہوتا تو سب پر ظاہر ہو جاتا۔ اسی عرصہ میں نمازِ ظہر کا وقت آ گیا۔

حضرت ابو ثمامہ صمائدی نے امام سے عرض کی: مری جان حضور پر قربان، میں دیکھتا ہوں کہ اب دشمن پاس آ گئے، خدا کی قسم! جب تک میں اپنی جان حضور پر نثار نہ کر لوں، حضور شہید نہ ہوں گے؛ مگر آرزو یہ ہے کہ ظہر پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے ملوں۔ امام نے فرمایا: ہاں یہ اوّل وقت ہے، ان سے کہو اس قدر مہلت دیں کہ ہم نماز پڑھ لیں۔ امام کی کرامت کہ یہ بات اُن بے دینوں نے قبول کر لی۔

---

(۱) المرجع السابق، ص ۴۲۳۔

ابن نمیر مردک نے کہا: یہ نماز قبول نہ ہوگی۔ حضرت حبیب بن مظہر نے فرمایا: آلِ رسول کی نماز قبول نہ ہوگی اور اے گدھے تری قبول ہوگی، اس نے ان پر وار کیا، انہوں نے خالی دے کر تلوار ماری، گھوڑے پر پڑی، گھوڑا گرا اور اس کے ساتھ وہ مردود بھی زمین پر آیا، اس کے ہمراہی جلدی کر کے اسے اٹھا لے گئے۔ پھر انہوں نے قتال شدید کیا۔ بنی تمیم سے بدیل بن صریم کو قتل فرمایا، دوسرے تمیمی نے ان کے نیزہ مارا، اٹھنا چاہتے تھے کہ ابن نمیر خبیث نے تلوار چھوڑ دی، شہید ہو گئے۔

رحمة الله تعالیٰ علیه - ان کی شہادت کا امام کو سخت صدمہ ہوا۔

اب حضرت حر اور زہیر بن قین نے یہ شروع کیا کہ ایک ان خبیثوں پر حملہ فرماتے، جب وہ اس ہڑبونگ میں گھر جاتے، دوسرے لڑ بھڑ کر چھڑا لاتے، جب یہ گھر کر غائب ہو جاتے، وہ پہلے حملہ کرتے اور بچا لاتے۔ دیر تک یہی حالت رہی، پھر پیادوں کا لشکر حضرت حر پر ٹوٹ پڑا اور انہیں شہید کیا۔(۱)

روضۃ الشہداء میں ہے: جب حر زخمی ہو کر گرے امام کو آواز دی، حضرت بے قرار ہو کر تشریف لے گئے اور سخت جنگ فرما کر اُٹھا لائے، زمین پر لٹا دیا اور ان کا سر اپنے زانو پر رکھ کر پیشانی اور رخساروں کی گرد دامن سے پونچھنے لگے۔ حر نے آنکھ کھول دی اور اپنا سر امام کے زانو پر پا کر مسکرائے اور عرض کی: حضور اب تو مجھ سے خوش ہوئے، فرمایا: ہم راضی ہیں، اللہ بھی تم سے راضی ہو۔ حر نے یہ مژدہ جاں فزا سن کر امام پر نقد جاں نثار کی اور بہشت بریں کی راہ لی۔

آرزو یہ ہے کہ نکلے دم تمہارے سامنے
تم ہمارے سامنے ہو ہم تمہارے سامنے

صلائے قصہ خواں فرقت کی شب سو یہ کہانی ہے
ترے زانو ہی کے تکیے پہ مجھ کو نیند آنی ہے

حر کی شہادت کے بعد سخت لڑائی شروع ہوئی۔ دشمن کٹتے جاتے اور آگے بڑھتے جاتے، کثرت کی وجہ سے کچھ خیال نہ لاتے، یہاں تک کہ امام کے قریب پہنچ گئے اور تشنہ کاموں پر تیروں کا مینہ برسانا شروع کر دیا۔

---

(۱) الکامل فی التاریخ، المعرکۃ، ج ۳، ص ۴۲۵ ملخصاً۔

یہ حالت دیکھ کر حضرت حنفی نے امام کو اپنی پیٹھ کے پیچھے لے لیا، اور اپنے چہرے اور سینے کو امام کی سپر بنا کر کھڑے ہو گئے۔ دشمن کی طرف سے تیر پر تیر آ رہے ہیں، اور یہ کامل اطمینان اور پوری خوشی کے ساتھ زخم پر زخم کھا رہے ہیں۔ اس وقت اس شرابِ محبت کے متوالے نے اپنے معشوق، اپنے دلربا حسین کو پیٹھ کے پیچھے لے کر جنگ اُحد کا سماں یاد دلایا ہے۔

وہاں بھی ایک عاشق جانباز مسلمانوں کی لڑائی بگڑ جانے پر سید المحبوبین صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے سامنے دشمنوں کے حملوں کی سپر بن کر آ کھڑا ہوا تھا، یہ حضرت سعد بن ابی وقاص تھے، حضور پُرنور اُنھیں کے پیچھے قیام فرماتے اور دشمنوں کے دفع کرنے کو ترکش سے تیر عطا فرماتے جاتے اور ہر تیر پر ارشاد ہوتا:

اِرْمِ سَعْدُ بِاَبِیْ اَنْتَ وَاُمِّیْ ۔

تیر مارا اے سعد! تجھ پر میرے ماں باپ قربان۔

اللہ کی شان، جنگ اُحد میں حضرت سعد کی جاں نثاری کی وہ کیفیت کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی سپر بن گئے، اور دشمنوں کو قریب نہ آنے دیا اور واقعہ کربلا میں ابن سعد کی زیاں کاری کی یہ حالت کہ دشمنوں کو رسول اللہ ﷺ کے بیٹے کے مقابلہ پر لایا ہے۔ بزرگوار باپ کے تیر اِسلام کے دشمنوں پر چل رہے تھے، ناہنجار بیٹے کے تیر مسلمانوں کے سردار پر چھوٹ کر رہے ہیں۔

ع: ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا ☆

غرض حضرت حنفی نے امام کے سامنے یہاں تک تیر کھائے کہ شہید ہو کر گر پڑے۔ رحمۃ اللہ علیہ

حضرت زہیر بن قین نے اس طوفان بے تمیزی کے روکنے میں جاں توڑ کوشش کی اور سخت لڑائی لڑ کر شہید ہو گئے۔ حضرت نافع بن ہلال نے تیروں پر اپنا نام کندہ کرا کر زہر میں بجھایا تھا۔ ان سے بارہ شقی قتل کیے اور بے شمار زخمی کر ڈالے۔ دشمن ان پر بھی ہجوم کر آئے، دونوں بازوؤں کے ٹوٹ جانے کے سبب سے مجبور ہو کر گرفتار ہو گئے۔ شمر خبیث انھیں ابن سعد کے پاس لے گیا۔ ہلال کے چاند کا چہرہ خون سے بھرا تھا اور وہ بپھرا ہوا شیر کہہ رہا تھا: میں نے تم میں کے بارہ گرائے اور بے گنتی گھائل کیے، اگر میرے ہاتھ نہ ٹوٹتے تو میں گرفتار نہ ہوتا۔ شمر نے ان کے قتل پر تلوار کھینچی، فرمایا:

(☆) یعنی دیکھو رستوں کا فرق کہاں سے کہاں تک ہے۔

'تو مسلمان ہوتا، تو خدا کی قسم! ہمارا خون کر کے خدا سے ملنا پسند نہ کرتا، اس خدا کے لیے تعریف ہے جس نے ہماری موت بدتران خلق کے ہاتھ پر رکھی'۔

شمر نے شہید کر دیا۔ پھر باقی مسلمانوں پر حملہ آور ہوا، امام کے ساتھیوں نے دیکھا کہ اب ان میں امام کی حفاظت کرنے کی طاقت نہ رہی، شہید ہونے میں جلدی کرنے لگے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمارے جیتے جی امام عرش مقام کو کوئی صدمہ پہنچے۔ حضرت عبداللہ و عبدالرحمٰن پسران عروہ غفاری اجازت لے کر بڑھے اور لڑائی میں مشغول ہو کر شہید ہو گئے۔

سیف بن حارث اور مالک بن عبد کہ دونوں ایک ماں کے بیٹے اور باپ کی طرف سے چچا زاد تھے، حاضر خدمت ہو کر رونے لگے۔

امام نے فرمایا: کیوں روتے ہو، کچھ ہی دیر باقی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کرتا ہے۔ عرض کی: واللہ ہم اپنے لیے نہیں روتے بلکہ حضور کے واسطے روتے ہیں کہ اب ہم میں حضور کی محافظت کی طاقت نہ رہی۔

فرمایا: اللہ تم کو جزائے خیر دے۔ بالآخر یہ دونوں بھی رخصت ہو کر بڑھے اور شہید ہو گئے۔

حنظلہ بن اسعد نے امام کے سامنے قرآن مجید کی کچھ آیات پڑھیں اور کوفیوں کو عذابِ الٰہی سے ڈرایا؛ مگر وہاں ایسی کون سنتا تھا، یہ بھی سلام کر کے گئے اور داد شجاعت دے کر شہید ہو گئے۔

شوذب بن شاکر رخصت پا کر بڑھے اور شہادت پا کر دار السلام پہنچے۔ حضرت عابس اجازت لے کر چلے اور مبارز مانگا، اُن کی مشہور بہادری کے خوف سے کوئی سامنے نہ آیا۔ ابن سعد نے کہا: انھیں پتھروں سے مارو۔ چاروں طرف سے پتھروں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی۔ جب اُنہوں نے ان نامردوں کی یہ حرکت دیکھی، طیش میں بھر کر زرہ اُتار، خود پھینک حملہ آور ہوئے، دم کے دم میں سب کو بھگا دیا۔ دشمن پھر حواس جمع کر کے آئے اور اُنھیں بھی شہید کیا۔

یزید بن ابی زیاد کندی نے جو کوفے کے لشکر میں تھے اور نار سے نکل کر نور میں آ گئے تھے، دشمنوں پر تیر مارنے شروع کیے، ان کے ہر تیر پر امام نے دعا فرمائی :

الٰہی! اس کا تیر خطا نہ ہو، اور اسے جنت عطا فرما۔

سو (100) تیر مارے، جن میں پانچ (5) بھی خطا نہ گئے، آخر کار شہید ہوئے۔ اس واقعہ

میں سب سے پہلے انہوں ہی نے شہادت پائی اور شہیدانِ کربلا کی ترتیب وار فہرست انہیں کے نام شروع ہوئی ہے۔

عمرو بن خالد مع سعد مولی وجبار بن حارث ومجمع بن عبید اللہ لڑتے لڑتے دشمنوں میں ڈوب گئے۔ اس وقت اشقیا نے سخت حملہ کیا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ حملہ فرما کر چھڑا لائے۔ زخموں میں چور تھے اسی حال میں دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

اب امام کے وفادار اور جاں نثار سپاہیوں میں چند رشتہ داروں کے سوا کوئی باقی نہ رہا، ان حضرات میں سب سے پہلے جو دشمنوں کے مقابلہ پر تشریف لائے امام کے صاحبزادے حضرت علی اکبر(۱) ہیں۔

شیروں کے حملے مشہور ہیں، پھر یہ شیر تو محمدی کچھار کا شیر ہے۔ اس کے جھنجھلائے ہوئے حملہ سے خدا کی پناہ، دشمنوں کو قہر الٰہی کا نمونہ دکھا دیا، جس نے سر اُٹھایا نیچا دکھا دیا۔

صف شکن حملوں سے جدھر بڑھے، دشمن کائی کی طرح پھٹ گئے، دیر تک قتال کرتے اور قتل فرماتے رہے، پیاس اور ترقی پکڑ گئی، واپس تشریف لائے اور دم راست فرما کر پھر حملہ آور ہوئے اور دشمنوں کی جان پر وہی قیامت برپا کر دی۔ چند بار ایسا ہی ہوا، یہاں تک کہ مرہ بن منقذ عبدی شقی کا نیزہ لگا اور بدبختوں نے تلواروں پر رکھ لیا۔ جنت علیا میں آرام فرمایا۔ نوجوان بیٹے کی لاش پر امام نے فرمایا:

> 'بیٹے خدا تیرے شہید کرنے والے کو قتل کرے، تیرے بعد دنیا پر خاک ہے، یہ قوم اللہ سے کتنی بے باک اور رسول کی بے حرمتی پر کس قدر جری ہے'۔

پھر نعش مبارک اُٹھا کر لے گئے اور خیمہ کے پاس رکھ لی پھر عبداللہ بن مسلم لڑائی پر گئے اور شہید ہوئے۔(۲)

اب اعدا نے چار طرف سے نرغہ کیا۔ اس نرغے میں عون بن عبداللہ بن حضرت جعفر طیار اور عبدالرحمٰن وجعفر، پسرانِ عقیل نے شہادتیں پائیں۔

---

(۱) ان کی والدہ ماجدہ حضرت لیلیٰ بنت ابی مرہ ہیں نہ حضرت شہربانو جیسا کہ عوام میں مشہور ہے۔ ۱۲ منہ

(۲) الکامل فی التاریخ، وکان اول من قتل . . . الخ، ج ۳، ص ۲۲۸ ملخصاً۔

پھر حضرتِ قاسم، حضرت امام حسن کے صاحبزادے حملہ آور ہوئے اور عمرو بن سعد بن نفیل مردود کی تلوار کھاکر زمین پر گرے، امام کو 'چچا' کہہ کر آواز دی، امام شیر غضب ناک کی طرح پہنچے، اور عمرو مردود پر تلوار چھوڑی، اُس نے روکی، ہاتھ کہنی سے اُڑ گیا۔ وہ چلایا، کوفے کے سوار اس کی مدد کو دوڑے اور گرد وغبار میں اسی کے ناپاک سینے پر گھوڑوں کی ٹاپیں پڑ گئیں۔ جب گرد چھٹی تو دیکھا، امام حضرت قاسم کی لاش پر فرما رہے ہیں :

'قاسم! تیرے قاتل رحمت الٰہی سے دور ہیں، خدا کی قسم! تیرے چچا پر سخت شاق گزرا کہ تو پکارے اور وہ تیری فریاد کو نہ پہنچ سکے'۔

پھر انھیں بھی اپنے سینے پر اُٹھا کر لے گئے اور حضرت علی اکبر کے برابر لٹا دیا۔ اسی طرح یکے بعد دیگرے حضرت عباس اور ان کے تینوں بھائی اور امام کے دوسرے صاحبزادے حضرت ابو بکر اور سب بھائی بھتیجے شہید ہو گئے۔ اللہ انہیں اپنی وسیع رحمتوں کے سائے میں جگہ دے اور ہمیں ان کی برکات سے بہرہ مند فرمائے۔

اب امام مظلوم تنہا رہ گئے، خیمے میں تشریف لا کر اپنے چھوٹے صاحبزادے حضرت عبداللہ کو (جو عوام میں علی اصغر مشہور ہیں) گود میں اُٹھا کر میدان میں لائے، ایک شقی نے تیر مارا کہ گود ہی میں ذبح ہو گئے، امام نے اُن کا خون زمین پر گرایا اور دعا کی :

'الٰہی! اگر تو نے آسمانی مدد ہم سے روک لی ہے تو انجام بخیر فرما اور ان ظالموں سے بدلہ لے'۔(۱)

پھول کھل کھل کر بہاریں اپنی سب دکھلا گئے
حسرت اُن غنچوں پہ ہے جو بے کھلے مرجھا گئے

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

حسن وعشق کے باہمی تعلقات سے جو آگاہ ہیں، جانتے ہیں کہ وصل دوست جسے چاہنے والے اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھتے ہیں، بغیر مصیبتیں اُٹھائے اور بلائیں جھیلے حاصل نہیں ہوتا۔

(۱) الکامل فی التاریخ، وکان اول من قتل . . . الخ، ج ۳، ص ۴۲۹ ملخصاً۔

رباعی

اے دل بہوس بر سر کارے نرسی ☆ تاغم نہ خوری بغمگسارے نرسی

تاسودہ نہ گردی چوحنا در تہ سنگ ☆ ہرگز بکف پائے نگارے نرسی (۱)

دل میں نشتر چبھو کر توڑ دیتے اور کلیجے میں چھریاں مار کر چھوڑ دیتے ہیں، اور پھر تاکید ہوتی ہے کہ اُف کی تو عاشقوں کے دفتر سے نام کاٹ دیا جائے گا۔ غرض پہلے ہر طرح اطمینان کر لیتے اور امتحان فرما لیتے ہیں، جب کہیں چلمن سے ایک جھلک دکھانے کی نوبت آتی ہے۔

رباعی

خوباں دل و جاں بے نوا می خواہند ☆ زخمے کہ زنند مرحبا می خواہند

ایں قوم ایں قوم چشم بددور ایں قوم ☆ خون می ریزند و خوں بہا می خواہند (۲)

اور یہ امتحان کچھ حسینانِ زمانہ ہی کا دستور نہیں، حسنِ ازل کی دلکش تجلیوں اور دلچسپ جلوؤں کا بھی معمول ہے کہ فرمایا جاتا ہے :

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ۔ (پ۲، البقرۃ ۱۵۵)

اور ضرور ہم تمہارا امتحان کریں گے کچھ خوف کچھ بھوک سے اور مال گھٹا کر اور جانوں اور پھلوں سے۔

جب ان کڑیوں کو جھیل لیا جاتا اور ان تکلیفوں کو برداشت کر لیا جاتا ہے تو پھر کیا پوچھنا۔ سراپردۂ جمال ترسی ہوئی آنکھوں کے سامنے سے اُٹھا دیا جاتا اور مدت کے بے قرار دل کو راحت و آرام کا پتلا بنا دیا جاتا ہے۔

---

(۱) یعنی اے دل ہوس سے تو کامیاب نہ ہوگا جب تک تو غم نہ کھائے گا غم گسار تک تیری رسائی نہ ہوگی، جب تک تو مہندی کی طرح پتھر کے نیچے پس نہ جائے گا محبوب کے تلوے تک تری رسائی نہ ہو سکے گی۔

(۲) یعنی محبوب عشاق سے ایسے دل و جان چاہتے ہیں جو بے نوا ہوں۔ زخم لگا کر انہی سے مرحبا کے طالب ہوتے ہیں۔ یہ گروہ چشم بددور عجیب گروہ ہے خود قتل کرتے ہیں اور پھر خون بہا طلب کرتے ہیں۔

اسی بنیاد پر تو میدانِ کربلا میں امامِ مظلوم کو وطن سے چھڑا کر پردیسی بنا کر لائے ہیں اور آج صبح سے ہمراہیوں اور رفیقوں بلکہ گود کے پالوں کو ایک ایک کر کے جدا کر لیا گیا ہے۔ کلیجے کے ٹکڑے خون میں نہائے آنکھوں کے سامنے پڑے ہیں، ہری بھری پھلواری کے سہانے اور نازک پھول پتی پتی ہو کر خاک میں ملے ہیں اور کچھ پرواہ نہیں، پرواہ ہوتی تو کیوں ہوتی کہ راہِ دوست میں گھر لٹانے والے اسی دن کے لیے مدینہ سے چلے تھے، جب تو ایک ایک کو بھیج کر قربان کرا دیا اور جو اپنے پاؤں نہ جا سکتے تھے، ان کو ہاتھوں پر لے کر نذر کر آئے۔

کہاں ہیں وہ ملائکہ جو حضرتِ انسان کی پیدائش پر چون و چرا کرتے تھے، اپنی جانمازوں اور تسبیح و تقدیس کے مصلوں سے اٹھ کر آج کربلا کے میدان کی سیر کریں، اور **اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ** ؀ کی شاندار تفصیل حیرت کی آنکھوں سے ملاحظہ فرمائیں۔

اس دل دُکھانے والے معرکے میں امتحان بھی کا منظور تھا؛ مگر حسین مظلوم کا اصلی اور اَوروں کا طفیلی، اگر ایسا نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ دشمنوں کے ہاتھ سے جو صرف امام ہی کے دشمن امام ہی کے خون کے پیاسے تھے، پہلے امام کو شہید کرا دیا جاتا۔

اللہ اکبر! اس وقت کس قیامت کا دردناک منظر آنکھوں کے سامنے ہے۔ امامِ مظلوم اپنے گھر والوں سے رُخصت ہو رہے ہیں ...... بیکسی کی حالت ...... تنہائی کی کیفیت ...... تین دن کے پیاسے ...... مقدس جگر پر سینکڑوں تیر کھائے ...... ہزاروں دشمنوں کے مقابلہ پر جانے کا سامان فرما رہے ہیں ...... اہل بیت کی صغیر سن صاحبزادیاں، دنیا میں جن کی ناز برداری کا آخری فیصلہ ان کی شہادت کے ساتھ ہونے والا ہے، بے چین ہو ہو کر رو رہی ہیں۔

بے کس سیدانیاں یہاں جن کے عیش، جن کے آرام کا خاتمہ ان کی رُخصت کے ساتھ خیر آباد کہنے والا ہے، سخت بے چینی کے ساتھ اشکبار ہیں۔ اور بعض وہ مقدس صورتیں جن کو بے کسی کی بولتی ہوئی تصویر کہنا ہر طریقے سے درست ہو سکتا ہے، جن کا سہاگ خاک میں ملنے والا اور جن کا ہرا آسرا ان کے مقدس دم کے ساتھ ٹوٹنے والا ہے، روتے روتے بے حال ہو گئی ہیں ...... ان کے اُڑے ہوئے رنگ والے چہرے پر سکوت اور خاموشی کے ساتھ مسلسل اور لگاتار آنسوؤں کی روانی صورتِ حال دکھا دکھا کر عرض کر رہی ہے :

ے رودی وگریہ ے آید مرا ☆ ساعتے بنشیں کہ باراں بگذرد(۱)

اس وقت حضرت امام زین العابدین کے دل سے کوئی پوچھے کہ حضور کے ناتواں دل نے آج کیسے کیسے صدمے اُٹھائے اور اب کیسی مصیبت جھیلنے کے سامان ہو رہے ہیں۔ بیماری، پردیس، بچپن کے ساتھیوں کی جدائی، ساتھ کھیلے ہوؤں کا فراق، پیارے بھائیوں کے داغ نے دل کا کیا حال کر رکھا ہے، اب ضدیں پوری کرنے والے اور ناز اٹھانے والے مہربان باپ کا سایہ بھی سرمبارک سے اٹھنے والا ہے اس پر طرّہ یہ کہ ان مصیبتوں، ان ناقابل برداشت تکلیفوں میں کوئی بات پوچھنے والا بھی نہیں۔

درد دل اُٹھ اُٹھ کے کس کا راستہ تکتا ہے تو ☆ پوچھنے والا مریض بے کسی کا کون ہے

اب امام بچوں کو کلیجے سے لگا کر، عورتوں کو صبر کی تلقین فرما کر آخری دیدار دکھا کر تشریف لے چلے ہیں۔

از پیش من آں رشک چمن میگذرد ☆ چوں روح روانیکہ ز تن میگذرد
حال عجبے روز وداعش دارم ☆ من از سر و جاں از من میگذرد(۲)

ہائے اس وقت کوئی اتنا بھی نہیں کہ رکاب تھام کر سوار کرائے، یا میدان تک ساتھ جائے۔ ہاں کچھ بے کس بچوں کی دردناک آوازیں اور بے بس عورتوں کی مایوس بھری نگاہیں ہیں، جو ہر قدم پر امام کے ساتھ ساتھ ہیں، امام مظلوم کا جو قدم آگے پڑتا ہے، یتیمی بچوں اور بے کسی عورتوں سے قریب ہوتی جاتی ہے۔ امام کے متعلقین، امام کی بہنیں جنہیں ابھی صبر کی تلقین فرمائی گئی تھی، اپنے زخمی کلیجوں پر صبر کی بھاری سل رکھے ہوئے سکوت کے عالم میں بیٹھی ہیں؛ مگر ان کے آنسوؤں کا غیر منقطع سلسلہ، ان کے بے کسی چھائے ہوئے چہروں کا اُڑا ہوا رنگ، جگر گوشوں کی شہادت، امام کی رُخصت، اپنی بے بسی، گھر بھر کی تباہی پر زبانِ حال سے کہہ رہا ہے۔

مجھ کو جنگل میں اکیلا چھوڑ کر ☆ قافلہ سارا روانہ ہو گیا

---

(۱) یعنی تیرے رخصت ہونے پر مجھے رونا آتا ہے، تھوڑی دیر کے لیے بیٹھ جاؤ تا کہ مجھے قرار آ جائے اور میرے آنسو تھم جائیں۔

(۲) یعنی وہ رشک چمن محبوب میری نظروں سے یوں اوجھل ہوتا ہے جیسے روح جسم سے جدا ہوتی ہے۔ اس کے بچھڑنے پر مرا عجب حال ہے گویا میں سر سے اور جان مجھ سے جدا ہو رہے ہیں۔

تاریخ کا پچھلا حصہ اور امامِ تشنہ کام کی شہادت

باغِ جنت کے ہیں بہرِ مدح خوانِ اہلِ بیت
تم کو مژدہ نار کا اے دشمنانِ اہلِ بیت

کس زباں سے ہو بیانِ عز و شانِ اہلِ بیت
مدح گوئے مصطفےٰ ہے مدح خوانِ اہلِ بیت

اُن کی پاکی کا خدائے پاک کرتا ہے بیاں
آیۂ تطہیر سے ظاہر ہے شانِ اہلِ بیت

مصطفےٰ عزت بڑھانے کے لیے تعظیم دیں
ہے بلند اقبال تیرا دُودمانِ اہلِ بیت

اُن کے گھر میں بے اجازت جبرئیل آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر و شانِ اہلِ بیت

مصطفےٰ بائع خریدار اُس کا اللہ اشتری
خوب چاندی کر رہا ہے کاروانِ اہلِ بیت

رزم کا میداں بنا ہے جلوہ گاہِ حسن و عشق
کربلا میں ہو رہا ہے امتحانِ اہلِ بیت

پھول زخموں کے کھلائے ہیں ہوائے دوست نے
خون سے سینچا گیا ہے گلستانِ اہلِ بیت

حوریں کرتی ہے عروسانِ شہادت کا سنگار
خوبرو دُولھا بنا ہے ہر جوانِ اہلِ بیت

ہو گئی تحقیق عید دید آبِ تیغ سے
اپنے روزے کھولتے ہیں صائمانِ اہلِ بیت

جمعہ کا دن ہے کتابیں زیست کی طے کر کے آج
کھیلتے ہیں جان پر شہزادگانِ اہلِ بیت

اے شبابِ فصلِ گل یہ چل گئی کیسی ہوا
کٹ رہا ہے لہلہاتا بوستانِ اہلِ بیت

کس شقی کی ہے حکومت ہائے کیا اندھیر ہے
دن دہاڑے لٹ رہا ہے کاروانِ اہلِ بیت

خشک ہو جا خاک ہو کر خاک میں مل جا فرات
خاک تجھ پر دیکھ تو سوکھی زبانِ اہلِ بیت

خاک پر عباس و عثمانِ علم بردار ہیں
بے کسی اب کون اٹھائے گا نشانِ اہلِ بیت

تیری قدرت جانور تک آب سے سیراب ہوں
پیاس کی شدت میں تڑپے بے زبانِ اہلِ بیت

قافلہ سالار منزل کو چلے ہیں سونپ کر
وارثِ بے وارثاں کو کاروانِ اہلِ بیت

فاطمہ کے لاڈلے کا آخری دیدار ہے
حشر کا ہنگامہ برپا ہے میانِ اہلِ بیت

وقتِ رخصت کہہ رہا ہے خاک میں ملتا سہاگ
لو سلامِ آخری اے بیوگانِ اہلِ بیت

ابرِ فوجِ دشمناں میں اے فلک یوں ڈوب جائے
فاطمہ کا چاند مہرِ آسمانِ اہلِ بیت

کس مزے کی لذتیں ہیں آبِ تیغِ یار میں
خاک و خوں میں لوٹتے ہیں تشنگانِ اہلِ بیت

باغِ جنت چھوڑ کر آئے ہیں محبوبِ خدا
اے زہے قسمت تمہاری کشتگانِ اہلِ بیت

حوریں بے پردہ نکل آئی ہیں سر کھولے ہوئے
آج کیسا حشر ہے برپا میانِ اہلِ بیت

کوئی کیوں پوچھے کسی کو کیا غرض اے بے کسی
آج کیسا ہے مریضِ نیم جانِ اہلِ بیت

گھر لٹانا جان دینا کوئی تجھ سے سیکھ جائے
جانِ عالم ہو فدا اے خاندانِ اہلِ بیت

سر شہیدانِ محبت کے ہیں نیزوں پر بلند
اور اونچی کی خدا نے قدر و شانِ اہلِ بیت

دولتِ دیدار پائی پاک جانیں بیچ کر
کربلا میں خوب ہی چمکی دوکانِ اہلِ بیت

زخم کھانے کو تو آبِ تیغ پینے کو دیا
خوب دعوت کی بلا کر دشمنانِ اہلِ بیت

اپنا سودا بیچ کر بازار سونا کر گئے
کون سی بستی بسائی تاجرانِ اہلِ بیت

اہلِ بیتِ پاک سے گستاخیاں بے باکیاں
لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ دشمنانِ اہلِ بیت

بے ادب گستاخ فرقہ کو سنا دے اے حسنؔ
یوں کہا کرتے ہیں سنی داستانِ اہلِ بیت

اے کوثر اپنے ٹھنڈے اور خوشگوار پانی کی سبیل تیار رکھ کہ تین دن کے پیاسے تیرے کنارے جلوہ فرمائیں گے..........!

اے طوبیٰ اپنے سائے کے دامن اور دراز کر، کربلا کی دھوپ کے لیٹنے والے تیرے نیچے آرام لیں گے..........!

آج میدانِ کربلا میں جنتوں سے حوریں سنگار کیے، ٹھنڈے پانی کے پیالے لیے حاضر ہیں۔ آسمان سے ملائکہ کی لگاتار آمد نے سطح ہوا کو بالکل بھر دیا ہے اور پاک روحوں نے بہشت کے مکانوں کو سُونا کر دیا۔ خود حضور پُر نور ﷺ مدینہ طیبہ سے اپنے بیٹے لاڈلے حسین کی قتل گاہ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ ریشِ مبارک اور سر اطہر کے بال گرد میں اٹے ہوئے اور آنکھوں سے آنسوؤں کا تار بندھا ہوا ہے۔ دستِ مبارک میں ایک شیشہ ہے، جس میں شہیدوں کا خون جمع کیا گیا ہے۔ اور اب مقدس دل کے چین پیارے حسین کے خون بھرنے کی باری ہے۔

بچہ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیاز مندے

کہ بوقتِ جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی (۱)

غرض آج کربلا میں حسینی میلا لگا ہوا ہے۔ حوروں سے کہو کہ اپنی خوشبودار چوٹیاں کھول کر کربلا کا میدان صاف کریں کہ تمہاری شہزادی، تمہاری آقائے نعمت فاطمہ زہرا کے لال کے شہید کرنے اور خاک پر لٹائے جانے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ رضوان کو خبر دو کہ جنتوں کو بھینی بھینی خوشبوؤں سے بسا کر دلکش آرائشوں سے آراستہ کر کے دلہن بنا رکھے کہ بزمِ شہادت کا دولھا بہتے خون کا سہرا باندھے زخموں کے ہار گلے میں ڈالے عنقریب تشریف لانے والا ہے۔

ساعت آہ و بکا و بے قراری آ گئی

سید مظلوم کی رن میں سواری آ گئی

ساتھ والے بھائی بیٹے ہو چکے ہیں سب شہید

اب امامِ بے کس و تنہا کی باری آ گئی

---

(۱) یعنی تیرے نیاز مند نے جہان سے کس ناز و انداز سے کوچ کیا ہوگا جب جاں سپاری کے وقت تو اس کے سرہانے موجود ہوگا۔

امام نے شمر خبیث کو خیمۂ اطہر کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ کر فرمایا :

'خرابی ہو تمہارے لیے اگر دین نہیں رکھتے اور قیامت سے نہیں ڈرتے تو شرافت سے تو نہ گزرو، میرے اہل بیت سے اپنے جاہل سرکشوں کو روکو'۔

دشمن اُدھر سے باز رہے۔

اب چار طرف سے امام مظلوم پر جنہیں شوقِ شہادت ہزاروں دشمنوں کے مقابلے میں اکیلا کر کے لایا ہے، نرغہ ہوا۔ امام داہنی طرف حملہ فرماتے تو دُور تک سواروں اور پیادوں کا نشان نہ رہتا، بائیں جانب تشریف لے جاتے تو دشمنوں کو میدان چھوڑ کر بھاگنا پڑتا۔

خدا کی قسم! وہ فوج اس طرح ان کے حملوں سے پریشان ہوتی جیسے بکریوں کے گلہ پر شیر آ پڑتا ہے، لڑائی نے طول کھینچا ہے، دشمنوں کے چھکے چھوٹے ہوئے ہیں، ناگاہ امام کا گھوڑا بھی کام آ گیا، پیادہ ایسا قتال فرمایا کہ سواروں سے ممکن نہیں۔ تین دن کے پیاسے تھے ایک بدبخت نے فرات کی طرف اشارہ کر کے کہا :

وہ دیکھیے کیسا چمک رہا ہے؛ مگر تم اس میں سے ایک بوند نہ پاؤ گے، یہاں تک کہ پیاسے ہی مارے جاؤ گے۔ فرمایا: اللہ تجھ کو پیاسا قتل کرے۔

فوراً پیاس میں مبتلا ہوا، پانی پیتا، پیاس نہ بجھتی یہاں تک کہ پیاسا ہی مر گیا۔

حملہ کرتے اور فرماتے :

'کیا میرے قتل پر جمع ہوئے ہو، ہاں ہاں، خدا کی قسم میرے بعد کسی کو قتل نہ کرو گے ،جس کا قتل میرے قتل سے زیادہ خدا کی ناخوشی کا سبب ہو...... خدا کی قسم! مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری ذلت سے مجھے عزت بخشے اور تم سے وہ بدلہ لے جو تمہارے خواب وخیال میں بھی نہ ہو...... خدا کی قسم! تم مجھے قتل کرو گے تو اللہ تم میں پھوٹ ڈالے گا اور تمہارے خون بہائے گا اور اس پر راضی نہ ہوگا یہاں تک کہ تمہارے لیے دُکھ دینے والا عذاب چند در چند بڑھائے گا'۔(۱)

---

(۱) الکامل فی التاریخ، المعرکۃ، ج ۳، ص ۴۳۱۔

جب شمر خبیث نے کام نکلتا نہ دیکھا، لشکر کو للکارا تمہاری مائیں تم کو پیٹیں، کیا انتظار کر رہے ہو، حسین کو قتل کرو۔

اب چار طرف سے ظلمت کے اُبر اور تاریکی کے بادل فاطمہ کے چاند پر چھا گئے۔

زرعہ بن شریک تمیمی نے بائیں شانہ مبارک پر تلوار ماری، امام تھک گئے ہیں، زخموں سے چور ہیں، تینتیس (33) زخم نیزے کے چونتیس (34) گھاؤ تلواروں کے لگے ہیں، تیروں کا شمار نہیں۔ اُٹھنا چاہتے ہیں اور گر پڑتے ہیں، اسی حالت میں سنان بن انس نخعی شقی ناری جہنمی نے نیزہ مارا کہ وہ عرش کا تارا زمین پر ٹوٹ کر گرا۔

سنان مردود نے خولی بن یزید سے کہا: سر کاٹ لے، اس کا ہاتھ کانپا۔

سنان ولد الشیطان بولا: تیرا ہاتھ بیکار ہو اور خود گھوڑے سے اُتر کر محمد رسول اللہ ﷺ کے جگر پارے، تین دن کے پیاسے کو ذبح کیا، اور سر مبارک جدا کر لیا۔ شہادت جو دلہن بنی ہوئی سرخ جوڑا، جنتی خوشبوؤں سے بسائے اسی وقت کی منتظر بیٹھی تھی، گھونگھٹ اُٹھا کر بے تابانہ دوڑی اور اپنے دولھا حسین شہید کے گلے میں باہیں ڈال کر لپٹ گئی۔

فَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ

وَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى اَعْدَائِهٖ وَاَعْدَائِهِمِ الظّٰلِمِيْنَ .

اس پر بھی صبر نہ آیا، امام کا لباس مبارک اُتار کر آپس میں بانٹ لیا۔ عداوت کی آگ اب بھی نہ بجھی، اہل بیت کے خیموں کو لوٹا، تمام مال اسباب اور محمد رسول اللہ (ﷺ) کی صاحبزادیوں کا زیور اُتار لیا، کسی بی بی کے کان میں ایک بالی بھی نہ چھوڑی۔

اللہ عزوجل واحد قہار کی ہزار ہزار لعنتیں ان بے دینوں کی شقاوت پر، زیور درکنار اہل بیت کے سروں سے دوپٹے تک ......

اب بھی مردودوں کے چین نہ پڑا، ایک شقی ناری جہنمی پکارا، کوئی ہے کہ حسین کے جسم کو گھوڑوں سے پامال کر دے، دس مردود گھوڑے کداتے دوڑے اور فاطمہ کی گود کے پالے، مصطفیٰ (ﷺ) کے سینے پر کھیلنے والے کے تن مبارک کو سموں سے روندا کہ سینہ و پشت نازنین کی تمام ہڈیاں ریزہ ریزہ ہو گئیں۔

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

وَلَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی اَعْدَائِہٖ وَاَعْدَائِہِمِ الظّٰلِمِیْنَ

کپڑے کتے شمر خبیث نے چاہا کہ امام زین العابدین کو بھی شہید کرے، حمید بن مسلم بولا: سبحان اللہ! کیا بچے بھی قتل کیے جائیں گے، ظالم باز رہا۔(۱)

پھر سر مبارک امام مظلوم و شہدائے مرحوم خولی بن یزید اور حمید بن مسلم کے ساتھ ابن زیاد کے پاس بھیجے گئے۔ جب کوفے آئے، مکان بند پایا۔ خولی سر مبارک لے کر گھر آیا اور اپنی عورت 'نوار' سے کہا: میں تیرے لیے وہ چیز لایا ہوں جو عمر بھر کو غنی کر دے۔

اس نے پوچھا: کیا ہے؟۔ کہا: حسین کا سر۔

بولی: خرابی ہو تیرے لیے، لوگ چاندی سونا لے کر آتے ہیں اور تو رسول اللہ کے بیٹے کا سر لایا، خدا کی قسم! میں تیرے ساتھ کبھی نہ رہوں گی۔

یہ بی بی کہتی ہے: میں نے رات بھر دیکھا کہ ایک نور عظیم سر مبارک سے آسمان تک بلند ہے اور سپید پرند سر اقدس پر قربان ہو رہے ہیں۔(۲)

جب سر مبارک ابن زیاد خبیث کے پاس لایا گیا، اس کے گھر کے درو دیوار سے خون بہنے لگا۔ وہ شقی چھڑی سے دندانِ مبارک کو چھو کر بولا میں نے ایسا خوبصورت نہ دیکھا، دانت کیسے اچھے ہیں۔

زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف رکھتے تھے، فرمایا: 'اپنی چھڑی ہٹا، میں نے مدتوں رسول اللہ ﷺ کو ان ہونٹوں کو چومتے اور پیار کرتے ہوئے دیکھا ہے'۔ یہ کہہ کر رونے لگے۔

وہ خبیث بولا: تمہیں رونا نصیب ہو، اگر سٹھ نہ گئے ہوتے تو گردن مار دیتا۔

یہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اس مردود کے درباریوں سے فرمایا: 'تم نے فاطمہ کے بیٹے کو قتل کیا اور مرجانہ کے جنے کو امیر بنایا، آج سے تم غلام ہو، خدا کی قسم! تمہارے اچھے اچھے قتل کیے جائیں گے اور جو بچ رہیں گے غلام بنا لیے جائیں گے۔ دور ہوں وہ جو ذلت و عار پر راضی ہوں'۔

---

(۱) الکامل فی التاریخ، المعرکۃ، ج ۳، ص ۴۳۳ وغیرہ۔
(۲) الکامل فی التاریخ، المعرکۃ، ج ۳، ص ۴۳۴ وغیرہ۔

پھر فرمایا: اے ابنِ زیاد! میں تجھ سے وہ حدیث ضرور بیان کروں گا جو تجھے غیظ وغضب کی آگ میں پھونک دے۔ میں نے حضور اقدس (ﷺ) کو دیکھا داہنی ران مبارک پر حسن کو بٹھایا اور بائیں پر حسین کو اور دستِ اقدس ان کے سروں پر رکھ کر دعا فرمائی :

'الٰہی! میں ان دونوں کو تجھے اور نیک مسلمانوں کو سونپتا ہوں'۔

اے ابن زیاد دیکھ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی امانت کے ساتھ تو نے کیا کیا۔ ادھر ظالموں نے عابد بیمار کے گلے میں طوق ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈالیں اور بیبیوں کو اونٹوں پر سوار کرا کر دو روز بعد کربلا سے کوچ کیا۔

سوار گھوڑوں پر اعدا پیادہ شہزادہ
الٰہی کیسا زمانے نے انقلاب کیا

جب یہ مظلوموں کا لٹا ہوا قافلہ شہیدوں کی لاشوں پر گزرا کہ بے گور وکفن میدان میں پڑے ہیں، حضرت زینب بے تابانہ چلا اُٹھیں :

'یا رسول اللہ! حضور پر ملائکہ آسمان کی درودیں، حضور یہ ہیں حسین ...... میدان میں لیٹے ...... سر سے پاؤں تک خون میں لپٹے ...... تمام بدن کے جوڑ کٹے ...... اور حضور کی بیٹیاں قیدی ہوئیں ...... اور حضور کے بچے مقتول پڑے ہیں جن پر ہوا خاک اُڑا کر ڈالتی ہے۔ (۱)

جب یہ مظلوم قافلہ، ابن زیاد بدنہاد کے پاس پہنچا، اس نے عابد مظلوم سے بحث کی، مسکت جواب پانے پر حیران ہو کر بولا: خدا کی قسم تم انہیں میں سے ہو۔

پھر ایک شخص سے کہا: دیکھ تو یہ بالغ ہیں۔ اس پر مری بن معاذ احمری شقی نے سید مظلوم کو بے ستر کر کے دیکھا، کہا: ہاں جوان ہیں۔ خبیث بولا: انہیں بھی قتل کر۔

حضرت زینب بے تاب ہو کر مظلوم بھتیجے کے گلے سے لپٹ گئیں اور فرمایا: ابن زیاد بس کر ابھی ہمارے خون سے تو سیراب نہ ہوا، ہم میں تو نے کسے باقی چھوڑا ہے!! میں تجھے خدا کا واسطہ دیتی ہوں کہ اس بچے کو قتل کرے تو اس کے ساتھ مجھے بھی مار ڈال۔

---

(۱) الکامل فی التاریخ، المعرکۃ، ج ۳، ص ۴۳۴۔

عابد مظلوم نے فرمایا: اے ابن زیاد! ان بے کس عورتوں کا کون نگہبان رہے گا، دین و دیانت وحقوق رسالت تو برباد گئے، آخر تجھے ان سے کچھ قرابت بھی ہے، اسی کا خیال کر کے ان کے ساتھ کوئی خداترس بندہ کر دینا، جو اسلامی پاس کے ساتھ انہیں مدینہ پہنچا آئے۔

حضرت زینب کی یہ حالت دیکھ کر خبیث بولا: خون کی شرکت بھی کیا چیز ہے، میں یقین کرتا ہوں کہ یہ بی بی یہی چاہتی ہے کہ اس لڑکے کو قتل کروں تو انہیں بھی قتل کردوں، خیر لڑکے کو چھوڑ دو کہ اپنے ناموس کے ساتھ رہے۔(۱)

اب یہ قافلہ اور شہیدوں کے سرشام کو روانہ کیے گئے۔ سر مبارک نیزہ پر تھا، راہ میں ایک شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ جب اس آیت پر پہنچا:

اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِیْمِ كَانُوْا مِنْ اٰیٰتِنَا عَجَبًا ۝

(پ:۱۵، الکہف:۹)

کیا تو نے جانا کہ کہف ورقیم والے ہماری نشانیوں سے اچنبا تھے۔

سر مبارک نے فرمایا:

یَا تَالِیَ الْقُرْاٰنِ اَعْجَبُ مِنْ قِصَّةِ اَصْحَابِ الْكَهْفِ قَتْلِیْ وَحَمْلِیْ.

اے قرآن پڑھنے والے! اصحاب کہف کے قصے سے زیادہ عجیب ہے میرا قتل کرنا اور سر نیزے پر لیے پھرنا۔

ظالم جہاں ٹھہرتے سر مبارک کو نیزے پر رکھ کر پہرا دیتے۔(۲)

ایک راہب نصرانی نے دیکھا تو پوچھا، بتایا، کہا تم بُرے لوگ ہو، کیا دس ہزار اشرفیاں لے کر اس پر راضی ہو سکتے ہو کہ ایک رات یہ سر مرے پاس رہے۔ دنیا کے کتوں نے قبول کر لیا۔ راہب نے سر مبارک لے کر دھویا، خوشبو لگائی، رات بھر اپنی ران پر رکھے دیکھتا رہا، ایک نور بلند ہوتا پایا۔ راہب نے وہ رات رو کر کاٹی، صبح اسلام لایا اور گرجا اور اس کا مال متاع چھوڑ کر اہل بیت کی خدمت میں عمر گزار دی۔ صبح ان خبیثوں نے اشرفیوں کے توڑے آپس میں حصے کرنے کو کھولے،

---

(۱) الکامل فی التاریخ، المعرکۃ، ج ۳، ص ۴۳۵۔

(۲) شرح الصدور، باب زیارۃ القبور وعلم الموتی . . . الخ، ص ۲۱۲۔

سب اشرفیاں ٹھیکریاں ہوگئی تھیں، ان کے ایک طرف لکھا تھا :

وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (پ۱۳، ابراہیم:۴۲)

ہرگز اللہ کو غافل نہ جاننو ظالموں کے کاموں سے۔

اور دوسری طرف لکھا تھا :

وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ۝ (پ۱۹، الشعراء:۲۲۷)

اب جانے جاتے ہیں ظلم کرنے والے کس پلٹے پر پلٹا کھاتے ہیں۔

جب سر مبارک امام مظلوم کا، اس ظالم اظلم یزید پلید کے پاس پہنچا، بید سے چھونے لگا۔ نصرانی بادشاہ روم کا سفیر موجود تھا، حیران ہو کر بولا کہ ہمارے یہاں ایک جزیرے کے گرجا میں عیسٰی علیہ السلام کے گدھے کا سم ہے، ہم ہر سال دور دور سے اس کی طرف حج کی طرح جاتے اور منتیں مانتے ہیں اور اس کی ایسی تعظیم کرتے ہیں جیسے تم اپنے کعبہ کی، تم نے اپنے نبی کے بیٹے کے ساتھ یہ سلوک کیا، میں گواہی دیتا ہوں کہ تم لوگ باطل پر ہو۔

ایک یہودی نے کہا: مجھ میں اور داؤد علیہ السلام میں ستر (70) پشت کا فاصلہ ہے، یہود میری تعظیم کرتے ہیں اور تم نے خود اپنے نبی کے بیٹے کو قتل کیا۔

پھر شام سے یہ قافلہ مدینہ طیبہ کو روانہ کیا گیا، مدینہ میں پہنچنے کی تاریخ قیامت کا سامان اپنے ساتھ لائی۔ گھر گھر میں کہرام تھا، درو دیوار سے دل دُکھانے اور کلیجے میں گھاؤ ڈالنے والی مصیبتیں ٹپکی پڑتی ہے۔

بعد کے واقعات

بعد شہادت آسمان سے خون برسا۔ نصرہ ازدیہ کہتی ہیں کہ ہم صبح کو اُٹھے تو تمام برتن خون سے بھرے پائے، آسمان اس قدر تاریک ہوا کہ دن کو ستارے نظر آئے، ملک شام میں جو پتھر اٹھاتے، اس کے نیچے تازہ خون پاتے۔

ایک روایت میں ہے سات (7) دن آسمان اس قدر تاریک ہوا کہ دیواریں شہاب کی رنگی ہوئی چادریں معلوم ہوتیں، ستاروں میں تلاطم نظر آتا، ایک ستارہ دوسرے سے ٹکراتا۔

ابو سعید فرماتے ہیں: دنیا بھر میں جو پتھر اٹھایا اس کے نیچے تازہ خون پایا۔ آسمان سے خون برسا، کپڑے پھٹتے پھٹ گئے؛ مگر اس کا اثر نہ جاتا تھا نہ گیا۔ خراسان وشام وکوفہ میں گھروں اور دیواروں پر خون ہی خون تھا۔

علما فرماتے ہیں: یہ تیز سرخی جو شفق کے ساتھ دیکھی جاتی ہے، شہادت مبارک سے پہلے نہ تھی، چھ مہینے تک آسمان کے کنارے سرخ رہے، پھر یہ سرخی نمودار ہوئی۔

ابو الشیخ نے روایت کی: کچھ لوگ بیٹھے ذکر کر رہے تھے کہ جس نے امامِ مظلوم کے قتل میں کچھ اعانت کی، کسی نہ کسی بلا میں ضرور مبتلا ہوا۔ ایک بڈھے نے اپنے نفس ناپاک کی نسبت کہا کہ اسے تو کچھ نہ ہوا۔ چراغ کی بتی سنبھالی، آگ نے اس شقی کو لیا، آگ آگ چلاتا فرات میں کود پڑا؛ مگر وہ آگ ہی نہ بجھی، یہاں تک کہ آگ میں پہنچا۔

منصور بن عمار نے روایت کی: امام کے قاتل ایسی پیاس میں مبتلا ہوئے کہ ایک ایک مشک چڑھا جاتے اور پیاس کم نہ ہوتی۔

سدی کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کربلا میں میری دعوت کی، لوگوں نے آپس میں ذکر کیا کہ جس جس نے حسین کے خون میں شرکت کی بُری موت مرا۔ میزبان نے اسے جھٹلایا اور کہا وہ شخص بھی اسی لشکر میں تھا۔ پچھلی رات چراغ درست کرنے اُٹھا، آگ نے جست کر کے اس کے بدن کو لیا، خدا کی قسم! میں نے دیکھا کہ اس کا بدن کوئلہ ہو گیا تھا۔

امام زہری فرماتے ہیں: ان میں کوئی مارا گیا، کوئی اندھا ہو کر مرا، کسی کا منہ کالا ہو گیا۔

امام واقدی فرماتے ہیں: ایک بڈھا وقتِ شہادتِ امام موجود تھا شریک نہ ہوا تھا، اندھا ہو گیا۔ سبب پوچھا، کہا: اس نے مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کو خواب میں دیکھا، آستینیں چڑھائے، دستِ اقدس میں ننگی تلوار لیے، سامنے حسین کے دس (10) قاتل ذبح کیے ہوئے پڑے ہیں۔ حضور نے اس بڈھے پر غضب فرمایا کہ تو نے موجود ہو کر اس گروہ کو بڑھایا اور خونِ امام کی ایک سلائی آنکھوں میں لگادی، اُٹھا تو اندھا تھا۔

سبط ابن الجوزی روایت کرتے ہیں: جس شخص نے سرِ مبارک امامِ مظلوم اپنے گھوڑے پر لٹکایا تھا، چند روز بعد اس کا منہ کوئلے سے زیادہ کالا ہو گیا۔

لوگوں نے کہا: تیرا چہرہ تو عرب بھر میں تروتازہ تھا یہ کیا ماجرا ہے؟۔

کہا: جب سے وہ سر اٹھایا ہے، ہر رات دو شخص آتے اور بازو پکڑ کر بھڑکتی آگ پر لے جا کر دھکا دیتے ہیں، سر جھکتا ہے، آگ چہرے کو مارتی ہے۔ پھر نہایت بُرے حالوں مر گیا۔

ایک بڈھے نے حضور پُر نور (ﷺ) کو خواب میں دیکھا کہ سامنے ایک طشت میں خون رکھا ہے اور لوگ پیش کیے جاتے ہیں، حضور اس خون کا دھبا لگا دیتے ہیں، جب اس کی باری آئی، اس نے عرض کی میں تو موجود نہ تھا۔ فرمایا: دل سے تو چاہا تھا۔ پھر انگشت مبارک سے اس کی طرف اشارہ کیا صبح کو اندھا اُٹھا۔

حاکم نے روایت کی کہ حضور پُر نور سے جبریل نے عرض کی: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے یحییٰ بن زکریا کے بدلے ستر ہزار (70,000) قتل کیے اور حسین کے عوض میں ستر ہزار اور ستر ہزار قتل فرماؤں گا۔(۱)

الحمد للہ! اللہ نے ابن زیاد خبیث سے امام کا بدلہ لے لیا۔ جب وہ مردود مارا گیا، اس کا سر مع اس کے ساتھیوں کے سروں کے لا کر رکھا گیا۔ لوگوں کا ہجوم تھا، غل پڑ گیا آیا آیا۔ راوی کہتے ہیں میں نے دیکھا کہ ایک سانپ آ رہا ہے، سب سروں کے بیچ میں ہوتا ہوا ابن زیاد کے ناپاک سر تک پہنچا۔ ایک نتھنے میں سے گھس کر دوسرے نتھنے میں سے نکلا اور چلا گیا۔ پھر غل پڑا آیا آیا، پھر وہی سانپ آیا اور یوں ہی کیا، کئی بار ایسا ہی ہوا۔

منصور کہتے ہیں: میں نے شام میں ایک شخص دیکھا، اس کا منہ سور کا منہ تھا، سبب پوچھا، کہا: وہ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ اور ان کی پاک اولاد پر لعنت کیا کرتا۔ ایک رات حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا، امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس خبیث کی شکایت کی، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس پر لعنت فرمائی، اور منہ پر تھوک دیا، چہرہ سور کا ہو گیا۔

وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

فقط (ختم شد)

---

(۱) المستدرک، کتاب تواریخ المتقدمین الخ، قصۃ قتل یحیی علیہ السلام، الحدیث ۴۲۰۸، ج ۳، ص ۴۸۵۔